انیسویں صدی کا عظیم گوریلا جرنیل

میاں ڈیڈو

مصنّفہ

دیوان نرسنگداس نرگس
(رئیس التحریر چاند جموں)

پبلشرز
چاند پبلشنگ ہاؤس۔ جموں

★

اشاعت اوّل — ۲۰۰۰

★

قیمت فی جلد — ۷۵ پیسے

★

دسمبر ۱۹۶۴ء

مطبع

چاند پریس۔ گمٹ گیٹ۔ جموں

ابتدائیہ

انیسویں صدی کے عظیم گوریلا جرنیل میاں ڈیڈو کی زندگی کے حالات آج تک ڈیاڈی۔ درویشوں اور جوگیوں کی کنگوں اور سارنگیوں پر ہی لوگ گیتوں (ڈوگری بار) کی صورت میں سنتے جا رہے ہیں۔ اور سینہ بہ سینہ چلی آ رہی کہاوتیں اس جرنیل کی بہادری اور جانبازانہ کارناموں کی شاہد ہیں۔ ڈیڈو جموں کی پہاڑیوں سے ابھرا۔ غیر کے غلبہ سے اپنا دیس چھڑانے کے لئے اس نے جہاد کیا۔ اور ایک بہادر کی موت مر کر اپنے نام کو رہتی دنیا تک امر کر گیا۔ لیکن افسوس یہ کہ کسی مؤرخ نے ڈوگرہ دیس کے اس سرفروش گوریلے کی داستان حیات کو کتابی صورت نہ دی۔ اور آج یہ امر کہانی مختلف الخیال لوگوں کی زبان پر بکھری پڑی ہے۔ ایک وہ ہیں جو میاں ڈیڈو کو امپیریلزم کا دشمن خودداری، آزادی اور شجاعت کا مجسمہ کہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں۔ جو اسے ڈاکو۔ لٹیرا اور بھگوڑا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس طرح ڈوگرہ کے عظیم گوریلے کے متعلق کئی ایک غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔

ٹھاکر کاہن سنگھ بلاوریہ تاریخ پنجاب اور دوسری تاریخی دستاویزات کے حوالے سے اپنی تاریخ راجگان جموں میں لکھتا ہے کہ "بعض مؤرخوں

نے میاں ڈیڈو جموال کو لٹیرا اور ڈاکو لکھ کر سخت غلطی کھائی ہے۔ وہ نہ تو ڈکیت تھا اور نہ ہی لٹیرا وہ تو ایک شورہ پشت تھا۔ جو جموں ریاست پر دربار لاہور کی سکھ حکومت اور غلبے کے سخت خلاف تھا۔ اور چاہتا تھا کہ جموں پر جموال ہی خود مختار اور آزاد حکمران رہیں۔"

اور کہ سب سے بڑی غلط فہمی سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد پھیلائی گئی جب کہ چند ایک سیاسی منچلوں نے میاں ڈیڈو کی موت مہاراجہ گلاب سنگھ سے منسوب کی۔ اس خیال کے لوگوں نے ڈوگرہ دیس کی آزادی کے ان ہر دو متوالوں سے انصاف نہیں کیا۔ اور انہیں ان کا صحیح مقام و نام دینے میں صریحاً پہلو تہی کی۔

تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سنہ ۱۸۰۸ء کے آغاز میں راجہ جیت سنگھ والئے جموں کی رانی بندرالن نے اپنے راجہ کی کم عقلی اور شرافت کی وجہ سے حکومت کی دستار اپنے سر پر رکھ لی تھی۔ اور انتظامیہ میں سخت گڑبڑ پیدا ہو گئی تھی۔ جموں کے حالات ابتری کا نقشہ پیش کر رہے تھے۔ تو مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے لاہور نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کیلئے جموں کی جنوبی سرحد و میدانی علاقوں کے منتظم بھائی حکمان سنگھ کو حکم دیا۔ کہ وہ جموں پر حملہ کر کے کوہستان ڈوگرہ دیس کی مرکزی راجدھانی جموں کو تحویل میں لے کر اس کا الحاق سکھ ریاست لاہور سے کر دے۔ چنانچہ مصر دیوان چند کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار جموں پر چڑھ دوڑا۔ گمٹ گیٹ جموں کے نیچے ڈوگروں اور سکھ افواج کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اور لاہوری افواج نے

شکست کھائی۔ اس جنگ میں گلاب سنگھ نے اپنی سولہ سال کی عمر میں بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ مؤرخین نے تو میاں ڈیڈو کے متعلق کہیں نہیں لکھا کہ اس جنگ میں وہ بھی شامل تھا۔ لیکن آج ڈیڑھ سو سال گذرنے پر بھی ڈوگرہ دیس کا بچہ بچہ اپنے بزرگوں کے اس جنگی کارنامہ پر فخر سے جھوم اُٹھتا ہے۔ کہ گلاب سنگھ اور ڈیڈو نے اکٹھے ہو کر اس جنگ میں دشمن کو نیچا دکھایا تھا۔

میں نے ڈوگری کے شاعر شری دینو بھائی پنت بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر کا منظوم پمفلٹ موسومہ "بیر گلاب" پڑھا جس میں میاں موٹا کی کمان میں دشمن کے خلاف ڈوگرہ دیس کے جوانوں کی بہادری اور شجاعت بیان کی گئی ہے۔ اس منظوم پمفلٹ "بیر گلاب" میں میاں ڈیڈو اور گلاب سنگھ کا دوش بدوش ہو کر دشمن کو پیچھے دھکیلنے کا تذکرہ ہے۔ یہ واقعہ بالکل صداقت پر مبنی ہے۔ میں نے خود موضع جگٹی میں جا کر میاں ڈیڈو کے وارثوں سے یہ ساری کہانی سنی ہے۔ جن لوگوں نے میاں ڈیڈو پر نازیبا حملے کیے ہیں اور اسے ایک ڈاکو اور لیٹرے سے ملا کر گلاب سنگھ کے ہاتھوں قتل کرایا ہے۔ اُنہوں نے ڈوگرہ دیس کی آزادی کے ان دونوں پروانوں سے سراسر بے انصافی کی ہے۔

میاں ڈیڈو دیس کی آزادی کے لیے آخری دم تک لڑا۔ بھوکا پیاسا رہا۔ جنگلوں میں چھپتا پھرا۔ گھر گھاٹ چھوٹ گیا۔ اور اس کے جانباز ساتھی بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ لیکن اس نے بیرونی حکومت کے آگے سر نہ جھکایا۔ ۱۸۰۸ء کی جنگ میں ڈیڈو کی عمر ۲۸ سال تھی۔

جب میں رامکوٹ جاگیر میں ملازم تھا۔ تو گلاب سنگھ اور ڈیڈو کی اُس جنگ میں اکٹھے ہو کر دادِ شجاعت دینے کی کہانی سنی تھی۔ میرے ساتھ چھنی چاڑکاں (تحصیل جموں) کا ایک چاڑک چوہدری ملو کا ملازم تھا۔ جب کبھی پرانے بہادروں راجپوں اور مہاراجوں کی باتیں رامکوٹ کے راجوں کو وہ سناتا۔ تو چوہدری ملو کا میاں ڈیڈو کی بہادری کے قصے بڑے چٹخارے لے لے کر بیان کرتا۔ اور یہ بھی کہتا کہ آگے جا کر (مہاراجہ) گلاب سنگھ اور میاں ڈیڈو کے راستے الگ الگ ہو گئے۔ لیکن راجہ جیت سنگھ کے وقت میں سکھوں نے جموں پر حملہ کیا۔ تو گلاب سنگھ اور ڈیڈو نے اتحادی بن کر دشمن کا منہ توڑا تھا۔ چوہدری ملو کا ہمیں یہ بھی سنایا کرتا تھا۔ کہ اُس کے اپنے بزرگ بڑے بہادر ہو گذرے ہیں۔ اور ایک بزرگ تو میاں ڈیڈو کی پارٹی میں ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ اُس نے اپنے پڑدادا سے میاں ڈیڈو کی یہ باتیں سُنی ہوئی تھیں۔

ڈیڈو اور گلاب سنگھ کا سلسلہ النسب شاہی خاندان جموال والئے جموں ریاست سے وابستہ تھا۔ اور اس خاندان کی دو شاخیں جو جگتی تحصیل جموں اور دیون پرمنڈل تحصیل سانبہ کی الگ الگ جاگیر دار تھیں۔ وہ اُن کے روشن چراغ تھے۔ اور دونو جموں ریاست پر لاہور دربار کے غلبہ کے خلاف تھے۔ اپنے دیس کی آزادی کے دونوں مجاہد سکھ غلامی کا جوا اُڈو گردن سے اُتار پھینکنے کے ملمبردار تھے۔ اِس خیال سے دونوں کی منزل تو ایک تھی۔ لیکن وہ راستہ الگ الگ اختیار کئے تھے۔ گلاب سنگھ لاہور دربار میں بیٹھ کر اور اپنی بہادری کی جھلک دکھا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے جموں کو

واپس لینا چاہتا تھا۔ لیکن ڈیڈو حکومت لاہور کو جموں کی پہاڑیوں میں شورش بپا کر کے اپنے دیس سے ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ حکومت کا کوئی بڑا عہدہ لینے اور غلامی اختیار کرنے کی بجائے آزادی کی موت مرنا بہتر سمجھتا تھا۔ اِس طرح جموں کو آزاد کرانے اور اس کی حکومت واپس اپنے خاندان میں رکھنے کے لئے دو نظریوں کی ٹکر تھی۔ جس میں گلاب سنگھ کامیاب ہو گیا۔ اور ڈیڈو کو شہادت کا جام نوش کرنا پڑا۔ تاریخ عالم کے اکثر اوراق کبھی نوع انسان کے ذہن سے محو نہیں ہو سکتے۔ جب کہ غیر ملکی غلبہ اور غلامی کے خلاف محکوم عوام ملکی آزادی کی جنگ لڑتے ہیں۔ تو دوران جدوجہد ایسا مرحلہ بھی آجاتا ہے۔ کہ رہنماؤں کے راستے ایک ہی مقصد کے حصول کی خاطر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ انگریزوں کے خلاف بھی تو ہندوستانی عوام کی جنگ میں کانگرسی رہنماؤں نے برٹش غلبہ کے تحت صوبائی حکومتیں بنانا منظور کر لی تھیں۔ اگرچہ کانگرس کے اس نظریہ کو انقلاب پسند پارٹی نے تسلیم نہیں کیا تھا۔ حالانکہ کانگرس اور انقلاب پارٹی ہر دو نے ہندوستان کی مکمل آزادی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی۔

ڈوگرہ دیس کے عوام کو جہاں مہاراجہ گلاب سنگھ کی لاثانی حب الوطنی اور بے نظیر تدبر پر فخر ہے۔ وہاں وہ میاں ڈیڈو ایسے محبوب۔ جانباز اور سرفروش کو فراموش نہیں کر سکتے جنہوں

نے ڈوگرہ کی تقدیر کو اپنی ہڈیوں کے سانچوں میں ڈھالا۔ کیا صاف۔ سچا سُچا اور آن کا پکا انسان تھا۔ میں نے کوشش تو کی ہے۔ کہ میاں ڈیڈو کی داستان حیات اُس کے صحیح خدوخال میں پیش کی جائے۔ پھر بھی اگر کوئی خامی رہ گئی ہو۔ تو اُس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

نرسنگداس نرگس

میاں ڈیڈو

کوہستان ڈوگرہ دیس کی مرکزی ریاست جموں پر سترھویں صدی کے وسط میں راجہ ہری دیو جموال حکمران تھا۔ اس کے آٹھ بیٹے گجے سنگھ۔ امر سنگھ۔ جسونت سنگھ جھافر سنگھ۔ دلیپ سنگھ۔ ہٹھوا سنگھ۔ پرتھی سنگھ اور سوجان سنگھ تھے۔ جن سب کے الگ الگ خاندان ہوئے۔ راجہ ہری دیو نے اپنی زندگی میں ہی اپنے پانچویں بیٹے میاں دلیپ سنگھ کو جموں سے دس میل شمال مشرق میں موضع جگٹی (موجودہ تحصیل جموں) اور اس کے اردگرد کے دس بارہ دیہات جاگیر میں دیئے تھے۔ دلیپ سنگھ نے موضع جگٹی میں رہائش اختیار کر لی۔ اس دلیپ سنگھ کی پانچویں پشت میں میاں ہزاری ایک بہادر اور شہ زور ڈوگرہ ہوا ہے۔ جس کے چھ بیٹے تھے۔ جو کہ سب کے سب اپنے بزرگوں کی مانند بڑے طاقتور اور جنگجو تھے۔

ڈیڈو اور گلاب سنگھ کا شجرۂ نسب

میاں ہزاری کا دوسرا

بیٹا میاں ڈیڈو ایک قوی ہیکل اور جانباز جوان ہو گذرا ہے
جسے اپنی بہادری اور شجاعت پر پورا بھروسہ تھا۔ شجرۂ
نسب راجگان جموال ریاست جموں کے ملاحظہ سے پتہ
چلتا ہے۔ کہ بانئے ریاستِ جموں و کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ
اور میاں ڈیڈو ایک ہی نسب کے دو سلسلوں سے وابستہ
تھے۔ اور اپنے سے چھ پشت پہلے دونوں کا بزرگ راجہ
ہری دیو والیٔ جموں ہوا۔ جس نے سنہ ۱۶۷۲ء تک جموں
میں حکومت کی۔ اور اُس کے بعد اُس کا بڑا بیٹا راجہ
گجے سنگھ حکمرانِ جموں ہوا۔ جس نے سنہ ۱۷۰۳ء میں وفات
پائی۔ اور اُس کی راج گدی راجہ دھرب دیو ولی عہد جموں
نے سنبھالی۔ راجہ دھرب دیو کے چار بیٹے راجہ رنجیت دیو
گھنسار دیو۔ صورت دیو اور بلونت دیو ہوئے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے دادا زورآور سنگھ کو پرمنڈل
(تحصیل سانبہ) کے نزدیک جاگیر ملی تھی۔ جموں پر راجہ
رنجیت دیو کے وارثان کا راج تھا۔ اور گلاب سنگھ کا
دادا موضع دیون (تحصیل سانبہ) میں رہتا تھا۔ گویا راجہ
ہری دیو کی تیسری پشت میں صورت دیو پسر سوم راجہ دھرب
دیو والیٔ جموں تھا۔ اور صورت دیو کی تیسری پشت میں
گلاب سنگھ پسر میاں کشور سنگھ ہوا۔ مندرجہ بالا شجرۂ

نسب میاں ڈیڈو اور مہاراجہ گلاب سنگھ سے ثابت ہے۔ کہ راجہ ہری دیو والے جموں ڈوگرہ دیس کی اِن ہر دو تاریخی شخصیتوں کا جدِ امجد تھا۔

اُنیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں جموں پر راجہ جیت سنگھ راج کر رہا تھا۔ اور میاں ہزاری جاگیردار جگٹی کا جموں راج دربار اور اردگرد کے علاقوں میں کافی اثر و رعب تھا۔ وہ جگٹی کا جاگیردار تھا۔ راجہ رنجیت دیو والے جموں کے وقتوں میں اُس نے کتنے ہی معرکوں میں اپنی شجاعت اور مردانگی کے جوہر دکھائے تھے۔ رنجیت دیو کے بعد راجہ برج راج دیو کا زمانہ بھی اُس نے دیکھا تھا۔ برج راج کے بعد اُس کے نابالغ فرزند راجہ سمپورن دیو اور اُس کے بعد راجہ جیت سنگھ جب جموں کا راجہ بنا تو میاں موٹا[۱] اُس کا مدار المہام سربراہِ حکومت تھا۔ اُس وقت میاں ہزاری اسّی[۸۰] اور نوّے[۹۰] سال کے درمیان جا رہا تھا۔ لیکن ہمت میں جوانی اور جرأت میں بے باکی کا وہی عالم تھا جو اُس نے پیدائش سے پایا تھا۔

---

[۱] میاں موٹا راجہ رنجیت دیو کے بھائی صورت دیو کا فرزند دوم یعنی گلاب سنگھ کے دادا زور آور سنگھ کا چھوٹا بھائی۔

میاں ڈیڈو کی پیدائش

جموں میں راجہ رنجیت دیو کی
حکومت کا آخری سال تھا۔ کہ ۱۷۸۰ء کے ماہ مارچ میں میاں
ہزاری کے ہاں ایک ایسے بچے نے جنم لیا۔ جس کے متعلق
پنڈتوں نے جیوتش لگا کر فیصلہ دیا۔ کہ یہ بچہ بڑا ہو کر نام
پیدا کرے گا۔ ایسا نام جو صدیوں تک امٹ رہے گا۔ یہ
بہادری۔ شجاعت اور دیش بھگتی میں اپنی مثال آپ ہو گا۔ ہزاری
نے اپنے لڑکے کا نام ڈیڈو رکھا۔ اور بچپن سے ہی سب اسے
میاں ڈیڈو پکارنے لگے۔ میاں ڈیڈو نے دس برس کی عمر
میں تیر کمان اور گتکا بازی میں مہارت حاصل کر لی۔ تلوار چلانا
اور برچھی مارنا اس نے اپنے باپ سے ورثہ میں پایا تھا۔ گویا
کہ سولہ سال کی عمر تک پہنچتے وہ تیر اندازی اور فن سپاہ گری
کے تمام کرتبوں پر بخوبی حاوی ہو گیا تھا۔ اس کا کام شکار اور
سیر کرنا تھا۔ باپ کی معمولی جاگیر سے غلہ وغیرہ جو آتا۔ اس
پر سارے خاندان کا گذر چلتا تھا۔ میاں ہزاری جموں کے دربار
میں آتا جاتا۔ لیکن میاں ڈیڈو ان حاضریوں سے فطرتاً بے نیاز
تھا۔ میاں موٹا کی نگرانی میں جب برج راج دیو کا خورد سال
بیٹا سمپورن دیو جموں کا راجہ تھا۔ اس نے ایک دن اپنے باپ
سے دریافت کیا کہ "باپو! تم نے کوشش کیوں نہیں کی؟ آخر ہم

بھی تو اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں"۔ تو ہزاری نے جواب دیا۔
"نہیں بیٹا! ہم بہت دُور سے ہیں۔ میاں موٹا جو ہے یہ راجہ
سمپورن دیو کے باپ کا چچا زاد بھائی ہے۔ اس ناطے سے اِسے
حکمرانی کا موقعہ مِل گیا ہے۔" میاں ڈیڈو نے پھر اپنے باپ سے
کہا۔ "نہیں باپو! یہ بات نہیں۔ حکمرانی کا مدار زورِ بازو اور دماغی
صلاحیت پر ہے۔ اور میاں موٹا زورِ بازو میں ہم سے کوئی زیادہ
نہیں۔ رہی عقل یا دماغی صلاحیت، اِس میں بھی وہ میرے خیال
میں آپ سے بڑھ کر نہیں۔" میاں ہزاری نے ڈیڈو کو ڈانٹ کر
کہا۔ "چپ رہو۔ تم ابھی بچے ہو۔ تم کیا جانو بہادری اور عقل کی باتیں؟"
ڈیڈو کھسیانہ ہو گیا۔ چپ چاپ گھر سے کھِسک گیا۔ رات کی تاریکی
کی بھی پرواہ نہ کی۔ گھر والوں نے سمجھا کہ ڈیڈو بہت زیادہ غصہ ور
ہے۔ ناراضگی میں شاید جموں کو ہی چلا گیا ہے۔ صبح جا کر پتہ لے
لیں گے۔ لیکن دوسری صبح سورج چڑھنے سے پہلے ہی میاں ڈیڈو
تیر کمان اور تلوار سے لیس فاتحانہ شان سے گھر کی ڈیوڑھی میں
داخل ہُوا۔ اُس کے پیچھے دو آدمیوں نے ایک بڑے چیتے کی لاش
اُٹھائی ہوئی تھی۔ یہ چیتا اپنے قد کے لحاظ سے شیر ببر سے کم نہ تھا۔
ڈیڈو نے چیتے کو آمنے سامنے ہو کر تلوار کے گھاٹ اُتارا تھا۔
ڈیڈو نے آتے ہی اپنے باپ کو آواز دی۔ "باپو! میں اِس
چیتے کو دست بدست مار کر لایا ہوں۔ ہے کسی میں ہمت اتنا

بڑا چیتا مارنے کی؟ راجہ جموں کے پاس کوئی ایسا دلاور اور بے خوف بہادر ہے جو ایسا چیتا مار کر لادے؟" گھر والے سب ہنس پڑے اور بات آئی گئی ہو گئی۔

میاں ڈیڈو کا معمول دُور دُور تک شکار کھیلنے کا بن گیا اور اس سیر شکار میں اُس نے اپنی ایک زبردست پارٹی بنائی جس میں سب نوجوان تلوار کے دھنی اور تیر کمان چلانے والے تھے۔

یہ پارٹی ڈیڈو کی سرکردگی میں جموں کے پیچھے پہاڑی علاقہ ریاسی، اودھم پور اور چندر راہ سرو میں سرنگ چکر لگاتی یہاں تک کہ لوگوں کے آپس کے جھگڑے بھی جموں راج کی بجائے میاں ڈیڈو فیصلہ کر دیتا۔ غریبوں کی یہ پارٹی ہمدرد اور مددگار تھی۔ اور ایسا وقت آگیا کہ ڈیڈو کی دُہائی علاقہ بھر میں پھرنے لگی۔ میاں ڈیڈو اور اُس کے بھائیوں کی بہادری کا شہرہ جموں سے کانگڑہ تک تھا۔ اُس کی پارٹی میں اُس کے بھائیوں کے علاوہ میاں دھرم سنگھ جھفو۔ دیوانو رائے پوریہ۔ چین سنگھ پنتھل والا۔ بھتی دیو۔ بھو پا بلاوریہ۔ جرعہ لنگیہہ۔ تارا۔ شیو۔ چرھنتو اور پچاس کے قریب من چلے بہادر اور جانباز تھے۔ پہاڑ کے بائیس راجوں میں راوی کے اس پار اور اُس پار ہر جگہ میاں ڈیڈو کی دھوم تھی۔ اور وہ اپنی پارٹی سمیت ہمیشہ دورہ پر

رہتا۔ چھوٹے چھوٹے راجے ایک دوسرے کے خلاف لڑائی ہنگامہ کے وقت میاں ڈیڈو کو امداد کے لئے پکارتے اور یہ مشہور ہو گیا تھا کہ جس طرف ڈیڈو اپنی پارٹی کے ساتھ ہو جاتا ہے، جیت اُسی فریق کی ہوتی ہے۔

جموں پر حملہ

راجہ جیت سنگھ کا زمانہ تھا۔ ۱۸۰۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے بھائی حکمان سنگھ چمنی کی امداد کے لئے مصر دیوان چند ایک لشکر جرار لے کر جموں پر چڑھ آیا۔ تاکہ جموں کے چکلہ کا الحاق سکھ سلطنت لاہور سے کیا جائے۔ تب میاں موٹا نے دیس کی آزادی اور ماتری بھومی کو غیر کے غلبہ سے بچانے رکھنے کے لئے جموں کے اندرونی پہاڑی علاقہ کے بہادر لوگوں، راجپوت سرداروں اور جاگیرداروں سے امداد کے لئے پکار کی۔ اور انہیں دیش کے لئے اپنا فرض چکانے کی یاد دلائی راتوں رات پیادے سارے علاقہ میں گھوم گئے لوگ جوق در جوق جموں کی طرف چل پڑے۔ علاقہ میں جا بجا ساری رات مارو ڈھول بجتا رہا۔ میاں ڈیڈو اپنی پارٹی کے ایک جانباز کی شادی میں معہ اپنے دوستوں کے شامل تھا۔ اور برات دریائے توی کے پار دھارا نگری میں آئی ہوئی تھی۔ آدھی رات کو جب کہ بیاہ کی رسوم ادا ہو رہی تھیں، اُس نے مارو ڈھول کی آواز سُنی۔ چونکہ

اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ جاؤ۔ پتہ تو لگاؤ کہ مارو ڈھول اس وقت کا ہے کا بج رہا ہے؟ کون سی آفت دیس پر ٹوٹ پڑنے لگی ہے۔ یہ کہہ ہی رہا تھا۔ کہ سرکاری پیادے جو علاقہ میں گھوم کر لوگوں کو حملہ روکنے کے لئے جموں پہنچنے کا پیغام دے رہے تھے۔ اُن میں سے ایک پیادہ ہاتھ میں مشعل لئے وہاں بھی آ پہنچا۔ پیادے نے میاں ڈیڈو کو دیکھا تو جھک کر نمسکار کی اور کہا "میں آپ کے گھر سے دوڑتا سیدھا یہاں آ رہا ہوں۔ آدھی رات کو وہاں پہنچا تھا"۔ ڈیڈو نے کہا۔ "تو پھر کیا ہوا؟ مطلب کی بات کرو"۔

"میاں جی! جموں پر خالصہ فوج نے چڑھائی کر دی ہے۔ دیس کو اُن کے غلبہ سے بچانا ہے۔ جس طرح بھی ہو، اِس حملہ کو روکنا ہے۔ میاں موٹا نے تو مجھے میاں ہزاری کے پاس موضع جگٹی میں بھیجا تھا۔ لیکن اُنہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہوں اور بیمار بھی ہوں۔ اِس لڑائی میں میرے بیٹے ہی امداد کے لئے پہنچ سکتے ہیں میں نہیں۔ اور اُنہوں نے آپ کو یہ پیغام دینے کے لئے کہا ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب آپ جانیں"۔ یہ کہہ کر پیادہ واپس ہو گیا۔ بیاہ کی رسوم ختم ہوئیں۔ میاں ڈیڈو اور برات نے ناشتہ کیا اور لڑکی والوں کو کہا کہ "ہم ذرا جموں پر حملہ کا تماشا دیکھ آئیں۔ شام کو آ کر دُلھن کی ڈولی لے جائیں گے"۔

گلاب سنگھ اور ڈیڈو کا ملاپ

ڈیڈو اور اُس کی جانباز پارٹی ڈھال تلوار - تیر کمان اور برچھیاں لیے قلعہ باہو کی اونچی دیواروں پر آکر بیٹھ گئی - یہ دیکھنے کے لیے کہ جموں اور جموں کے اِس پار دریائے توی پر فریقین کے لشکروں کی کیا پوزیشن ہے - یہاں ڈیڈو نے یہاں سے اپنے دو جانبازوں کو باہو، سونجواں، چھنی اور آس پاس کی بکھری ہوئی بستیوں میں بھیجا - جہاں سے وہ دوپہر ہونے تک ایک سو کے قریب مسلح جوانوں کو اکٹھے کر لائے - اُدھر جموں میں گمٹ کے نیچے میدان میں سکھوں اور ڈوگروں کا مقابلہ شدت سے ہو رہا تھا - یہاں ڈیڈو ڈیڑھ صد ڈوگرہ جوانوں کو جن میں اُس کی پارٹی کے تمام جانباز شامل تھے، لیکر دریائے توی پر کے جنگل میں چھپ گیا - اس انتظار میں کہ وہ خالصہ فوج جو کہ توی کے اس پار چھوڑی گئی ہے، پر موقعہ پاکر اچانک ٹوٹ پڑے - چنانچہ جب دوپہر ڈھلے جموں سے خالصہ فوج کے پلڑا بھاری ہونے کی خبر توی پار کے سکھ نوجیوں کو ملی تو وہ بڑے خوش ہوئے اور اپنی مستعد پوزیشن کو چھوڑ کر بے پرواہ ہو گئے - اُدھر ڈوگروں کے پیر اُکھڑ رہے تھے - کہ گلاب سنگھ بجلی کی مانند میدان میں آدھمکا اور جو بھگدڑ

ڈوگرہ کیمپ میں پہنچ گئی تھی، اُس سے ڈوگروں کو نکال کر خالصہ فوج سے لڑائی شروع کر دی۔ عین اس وقت میاں ڈیڈو بھی توی پار کی خالصہ فوج پر ٹوٹ پڑا۔ اُن کی سخت پیچ بھلا دی اور خالصہ فوج اپنی دو توپیں اور سامان حرب چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ شام ہوئی تو میاں ڈیڈو فاتحانہ انداز سے دریائے توی عبور کر کے اگھمٹ کے دروازہ پر آ پہنچا۔ میاں موٹا سنگھ نے میاں ڈیڈو کو آفرین صد آفرین کہا اور اعلان کیا کہ آج کی جنگ گلاب سنگھ اور میاں ڈیڈو کی غیر معمولی بہادری سے جیتی گئی ہے۔

ڈیڈو کی بغاوت

جب دوسرے دن شادی وغیرہ سے فارغ ہو کر ڈیڈو شام کو گھر پہنچا تو اُس کے باپ میاں ہزاری نے کہا۔ "ڈیڈو! کل والی لڑائی کا جو حشر ہوا ہے، سن لیا ہے تم نے؟" اُس نے حیرانی سے اپنے باپ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔"

میاں ہزاری نے کہا کہ "اکھنور کے عالم سنگھ اور جموں کے میاں موٹا کو جموال برادری نے سکھوں سے صلح کرنے کے لئے اختیار دیا ہے جنہیں کل سینہ توڑ شکست دی گئی۔ اس پر میاں ڈیڈو نے سخت پیچ و تاب کھایا اور کہنے لگا کہ "ہماری کل کی محنت اکارتھ

ہو گئی۔ اچھا جب تک جان میں جان ہے جموں کے اس علاقہ میں سکھوں کے غلبہ کو ختم کر کے ہی دم لوں گا۔"

خالصہ قبضہ کے خلاف جہاد

رانی بندرال کی سازشوں سے جموں کے حالات دن بدن ابتر ہو رہے تھے۔ میاں موٹا سنگھ کے قتل ہوتے ہی جموں پر لاہور دربار کا براہ راست قبضہ ہو گیا۔ اس قبضہ سے جتنے بھی اندرون علاقہ میں راجپوت قبائل تھے، سب نے برا منایا۔ لیکن مصلحتاً چپ ہو رہے۔ میاں ڈیڈو پہلے سے ہی باغیانہ روش اختیار کئے تھا۔ اس کی جانباز پارٹی کے آدمی اندرون علاقہ میں اپنی علیحدہ حکومت بنانے پر مصر تھے۔ چنانچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاص حکم سے جموں میں دو ہزار سے اوپر فوج تعینات کی گئی۔ دیوان بھوانی داس اور بھیّا رام سنگھ جموں میں چھاؤنی اور تھانہ کے انچارج تھے۔ لیکن انہیں جلد ہی محسوس ہو گیا کہ یہ ایسا علاقہ ہے جس پر حکومت کرنا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ میاں ڈیڈو اور اس کی پارٹی کے جانباز جہاں بھی جاتے، جموں کی حکومت کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے، مالیہ یا لگان نہ دینے کا پرچار کرتے۔ اس حکومت کے باپ کا کیا لگتا ہے یہاں۔ یہ ہماری دھرتی ہے۔ ہمارا دیس ہے۔ ہم

سب ایک ہیں۔ اپنے دیس پر حکومت کرنے کا ہمارا حق ہے
لاہور سے اُکھڑ کر یہاں حکومت کرنے والے یہ کون؟ ایسی
ایسی باتیں جہاں جاتے، لوگوں کو اکٹھا کر کے کرتے۔ پہلے پہلے
تو جموں کی خالصہ حکومت نے اس شوریدہ سر پارٹی کو کوئی
اہمیت نہ دی لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ جموں شہر سے تو
ہم ٹیکس وغیرہ وصول کر لیتے ہیں اور لوگ دور دور سے نذرانہ
کی گٹھڑیاں لا رہے ہیں۔ لیکن دیہات سے ایک پائی بھی وصول
نہیں ہو رہی۔ اس طرح سے دربار لاہور میں ہم کس طرح
بالمقطع نقدی داخل کر سکیں گے۔ تو اُنہوں نے فوج کے
سپاہیوں کو سارے علاقہ میں جگہ بہ جگہ پھیلا دیا۔ کہ
اُن کے خوف سے میاں ڈیڈو اور اُس کی جانباز پارٹی
اپنی حرکتوں سے باز آجائے گی۔ لیکن اندرون علاقہ
میں پھیلے ہوئے سپاہیوں کی شامت آگئی۔ میاں ڈیڈو
اور اُس کی پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہو کر توی کے پار
توی کے آر چھا گئی۔ اور جہاں جہاں سرکاری سپاہی نظر
آئے اُنہیں مار بھگایا۔ اس صورت حال سے جموں کے
خالصہ حکمران گھبرا گئے۔ اُنہوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو
لکھا کہ میاں ڈیڈو ایک بے خوف راجپوت سردار جموں
کے اندرون علاقہ میں ایسا اُبھرا ہے جو ہماری حکومت کے

نظم و نسق کو علاقہ میں چلنے نہیں دیتا۔ اس کے الحفاظ قانون کا حکم رکھتے ہیں۔ نہیں تو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ اس پر دو بار لاہور سے سردار فتح سنگھ مان۔ دیوان کرپا رام چوپڑہ۔ سردار عطر سنگھ کو میاں ڈیڈو کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ اِن سرداروں نے باری باری لشکرِ جرار کے ساتھ اندرونِ علاقہ میں میاں ڈیڈو پر دھاوا کیا۔ لیکن وہ کہیں ہوتا تو ملتا۔ جوں ہی یہ سردار اپنی فوج لے کر ڈیڈو کو گرفتار کرنے آتے، وہ جنگلوں میں چھپ جاتا یا پہاڑ پر چڑھ جاتا اور جب اُسے پتہ لگتا کہ خالصہ حاکم واپس جموں چلے گئے ہیں۔ تو وہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر سرکاری آدمیوں کا دیہات میں ناک میں دم کر دیتا یا ہلاک کر دیتا!

سفید باز کی ملکیت

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے سفید باز مہاراجہ کے اپنے لئے وقف تھے۔ اور سلطنت پنجاب کے کسی فرد کو اجازت نہیں تھی کہ وہ سفید باز رکھ سکے۔ چنانچہ یہ بھی حکم نافذ تھا کہ جس کسی کو سفید باز ملے وہ مہاراجہ کے حضور میں پیش کر دے لیکن یہاں سفید باز ایک کی بجائے دو میاں ڈیڈو نے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اطلاع ملی تو اُس نے حکم دیا کہ میاں ڈیڈو کو سفید

بازوؤں کے ساتھ گرفتار کر کے لاہور لایا جائے۔ کیندان نین سنگھ کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ نین سنگھ نے جموں پہنچ کر دیوان بھوانی داس کے مشورہ سے بیس پچیس سپاہیوں کا ایک دستہ میاں ڈیڈو کی گرفتاری کے لئے جگٹی بھیجا۔ اتفاق سے میاں ڈیڈو اپنے باپ کی بیماری کی وجہ سے اُس دن گھر پر ہی مل گیا۔ سپاہیوں نے اُس کے مکان کو گھیر رکھا تھا۔ ڈیڈو نے اُنہیں پوچھا۔ "اس محاصرہ کا مطلب؟ جب کہ میں خود جانے کو تیار ہوں اور روانگی پیش کر رہا ہوں۔ میں کھانا کھا لوں اتنے میں آپ بھی کھانا کھا لیں"۔ سپاہی بے حد خوش ہوئے۔ ڈیڈو نے اُنہیں رسد وغیرہ دی اور سپاہی کھانا بنانے لگے۔ میاں ڈیڈو نے اندر آ کر اپنی بیوی کو باز فے کر کہا کہ پچھلی طرف سے جنگل کو نکل جائے۔ ابھی سپاہیوں نے آگ ہی سلگائی تھی کہ ڈیڈو تلوار سونت کر اُن پر ٹوٹ پڑا۔ دس بارہ سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے اور باقی دس بارہ بھاگ گئے۔ جموں میں خالصہ حاکموں کو جب خبر پہنچی تو وہ پریشان ہوئے۔ اُدھر مہاراجہ رنجیت سنگھ ناراض ہوتے لگے کہ ایک ڈاکو کو فوج گرفتار نہیں کر سکتی۔ لیکن وہ ڈاکو نہیں تھا۔ وہ تو ایک گوریلا جرنیل تھا جسے بیرونی غلبہ سے نفرت تھی۔ وہ خالصہ حکومت کے سخت خلاف تھا۔ اُس نے دیوی ترکٹا کے سامنے پرن کیا تھا کہ اِس حکومت کو ختم

کر کے اپنی حکومت جموں پر قائم کریں گا۔
اُس نے اب اپنے گاؤں اور گھر میں آنا چھوڑ دیا۔ اپنی پارٹی کے ساتھ جنگل میں رہنا شروع کر دیا۔ اور کوئی ہفتہ خالی نہ جاتا تھا جب کہ وہ اپنے پچاس ساٹھ جانبازوں کے ساتھ جموں کی خالصہ چھاؤنی پر دھاوا نہ کرتا۔
بسا اوقات وہ ساری ساری رات جموں میں رہتا۔ یہاں جشن اُڑاتا اور صبح ہونے چلا جاتا۔ اندرون علاقۂ جموں میں لوگ پہلے تو اُس سے خوف زدہ تھے۔ لیکن جب اُنہیں معلوم ہوا کہ میاں ڈیڈو غریبوں اور عام لوگوں کا ہمدرد اور حکومت کی سختیوں کے خلاف ہے تو وہ لوگوں میں ہر دلعزیز اور مقبول ہو گیا۔ لوگ اُس کی سوگند نہ کھاتے لوگ اُسے اپنا لیڈر ماننے لگے۔ کسی بھی معاملہ یا جھگڑا کے لئے لوگ جموں جانے کی بجائے میاں ڈیڈو کو ڈھونڈتے۔
اس طرح سے لاہور دربار کے حکام کے خلاف ایک ہمہ گیر بغاوت کے آثار پیدا ہو گئے۔ سرکاری آدمی ڈیڈو کا نام سن کر کانپ اُٹھتے۔ وہ اس قدر طاقتور تھا کہ جسے اُس کی تلوار چھو جاتی، پھر دوسرا سانس نہ لیتا۔ کسی سپاہی یا سرکاری افسر کو ڈیڈو سے لڑنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو سپاہی جموں سے باہر جاتا، پھر زندہ نہ آتا۔ ایک وقت

ایسا بھی آیا کہ جموں کے خالصہ حکام نے اُسے کہا کہ "ہم تمہیں جموں کا راج دلانے کی سفارش کرتے ہیں کیونکہ تمہاری وجہ سے ہمارا قانون اور حکم معطل ہو چکا ہے۔ تم اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس لاہور چلو اور اُن سے وفاداری کا اظہار کرو تو جموں کی حکومت تمہارے حوالے کی جا سکتی ہے۔" مگر میاں ڈیڈو نے کہا۔ "میں تمہاری چالبازیوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔" پھر اُنہوں نے سوگندھ کھائی اور کہا کہ اس میں تمہارا بھلا ہے۔ تمہیں حکومت مل جائے گی۔ ہماری خلاصی ہو جائے گی۔"

ڈیڈو کی گرفتاری

میاں ڈیڈو اُن کے کہنے سے لاہور چلنے کے لئے جموں آگیا۔ جموں پہنچتے ہی حاکموں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ دن بھر ڈیڈو قید رہا۔ جب شام ہوئی تو پہرے والے سے پانی مانگا۔ پہرہ دار نے پانی کا گڑوا دیا۔ ڈیڈو نے وہی گڑوا اس زور سے پہرہ دار کے سر پر مارا کہ اُس کا سر پھٹ گیا۔ اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میاں ڈیڈو نے پاؤں کی بیڑی توڑ ڈالی اور بھاگ گیا۔ اس کے بعد اُس کی گرفتاری کی سختیاں اور سینہ زوریاں زیادہ بڑھنے لگیں۔ اور وہ پہاڑوں کی گپھاؤں اور گھنے جنگلوں میں چھپ جاتا۔ اور وہاں سے نکل کر

جب بھی سنتا کہ سرکاری آدمی آتے ہیں، اُن پر حملہ کر دیتا۔
ایسے حالات میں ڈیڈو اور اُس کی پارٹی کے جانبازوں کو کئی
کئی دن بھوکے رہنا پڑتا۔ وہ موقعہ پا کر بستی میں اپنے دو تین
جانباز بھیجتا اور وہ اُس کے نام پر رسد وغیرہ لے آتے

شہد اور ستو کا معاوضہ

ایک دفعہ میاں ڈیڈو اکیلا
رہ گیا۔ اُس کے جانباز کسی دوسری سمت چلے گئے۔ ڈیڈو
بھوک سے پریشان تھا۔ دو دن سے اُس کے حلق میں سوکھی
روٹی کا بھی ٹکڑا نہ گیا تھا۔ مجبوراً اپنی غار سے نکلا اور نزدیکی
بستی میں پہنچنے کی سوچ رہا تھا کہ ایک آدمی گٹھڑی اُٹھائے
جاتا اُسے نظر پڑا۔ ڈیڈو نے اُسے آواز دی۔ "او جانے والے!
ذرا ٹھہر جا!" یہ آدمی اپنے بھائی کے پاس لاہور جا رہا تھا جو
وہاں فوج میں ملازم تھا۔ اس کی ماں نے شہد اور ستو اپنے بیٹے
کو سوغات کے طور بھیجے تھے۔ وہ آدمی ٹھہر گیا۔ اور ڈیڈو نے
اُس کے پاس جا کر اُس کی گٹھڑی کھولی۔ اور شہد اور ستو
نکال کر سب کے سب کھا گیا۔ پاس نالے سے پانی پی کر اُس نے
مسافر کو کہا کہ "مجھے بڑا آنند آیا تمہاری اِن چیزوں سے۔ یہ
لو ایک اشرفی۔ اور واپس اپنے گھر جاؤ۔ جا کر اپنی ماں سے کہنا
کہ تمہارے بیٹے میاں ڈیڈو نے بھوک سے تنگ آ کر ستو اور

شہد کھالیتے ہیں۔ اور اس کے معاوضہ میں اشرفی رکھی ہے"۔
کئی بار اُس نے بحالت فاقہ گھراٹ پر جا کر آٹا لے کر کھانا بنا کر کھایا۔ اُس نے بار بار اپنی جانباز پارٹی کو لے کر جموں پر دھاوا کیا۔ وہ سرکاری دفاتر اور تھانوں کو لوٹتا تھا۔ جموں کے شہریوں پر اُس نے کبھی ظلم نہیں کیا تھا۔ عوام سے اُسے بے حد پریم تھا۔ دیش کی آزادی اور آن پر مر مٹنا اُس کا دھرم تھا۔ مظلوموں کی حمایت میں اپنی جان لڑا دینا۔ بہو بیٹیوں کی عزت اور آبرو کی حفاظت اُس کا شیوہ تھا۔ اس کے لئے اُسے اکثر جان جوکھوں میں ڈالنا پڑی۔

کمانڈر چمپا سنگھ کا عبرتناک حشر

سنہ ۱۸۱۲ء میں لاہور دربار کی طرف سے جموں پرگنہ کے پائین حصہ کا کمانڈر سردار چمپا سنگھ تھا۔ جس کی خرمستیوں اور بدعنوانیوں نے لوگوں کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اُس نے کہیں سے سنا۔ کہ اُس کی عملداری میں موضع بھلوال کے جرنیل سنگھ کی لڑکی نہایت خوبصورت اور کنواری ہے۔ تو سردار چمپا سنگھ کی باچھیں کھل گئیں۔ اُس نے خاص پیادہ بھیج کر جرنیل سنگھ کو اپنے تھانہ میں بلایا۔ اور اُس سے لڑکی کا ناطہ طلب کیا اور کہا اگر تم مجھے اپنی دامادی میں قبول کر لو۔ تو اس سے بہتر تمہارے لئے اور کون

سی بات ہو گی۔ تمہاری عزت سارے جموں پرگنے بیں ہو جائے گی۔ اور لاہور دربار سے میں سفارش کر کے تمہیں کسی اونچے عہدہ پر پہونچا دوں گا۔

جرعہ تنگیہ کے پاؤں تلے کی زمین سرکنے لگی۔ اور جمپا سنگھ کے ہوس ناک مطالبہ کو سُن کر اُس کا دماغ معطّل ہو گیا۔ پھر بھی سنبھل کر بولا۔ کہ "مجھے اپنی لڑکی کو آپ کی زوجیت میں دینے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ صرف بات یہ ہے کہ مجھے اپنے رشتہ داروں اور برادری سے پوچھ لینے دیجئے"۔ اس پر سردار جمپا سنگھ بے حد خوش ہوا۔ اور بولا "بالکل ٹھیک! پانچ سات دنوں تک شادی کا انتظام ہو جائے۔ تو اچھا رہے گا۔"

جرعہ تنگیہ پریشان اور گھبرایا ہوا واپس ہوا۔ اور بھلوال کی بجائے سیدھا رائے پور پہونچا۔ جہاں کہ میاں دیوانوں رہتا تھا۔ رائے پور میں میاں ڈیڈو کے کئی ہمراز اور ساتھی جموال برادری کے بڑے بڑے رکن تھے۔ ان میں میاں دھرم سنگھ۔ میاں چھفو اور میاں دیوانوں بڑے جانباز مجاہد سمجھے جاتے تھے۔ اور میاں دیوانوں تو میاں ڈیڈو کے خاص مشیر اور قابل قدر دوست تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ میاں ڈیڈو جگتی کی بجائے رائے پور میں ہی زیادہ تر رہتا تھا تو بجا ہے۔ اور جگتی اور رائے پور کا فاصلہ بھی تین چار میل سے زیادہ نہیں جرعہ نے میاں دیوانوں سے آکر کہا کہ سردار جمپا سنگھ جا کر جموال میری لڑکی

کا ناطہ طلب کر رہا ہے۔ اُسے کیا جواب دیا جائے۔ یہاں دیوانوں جرمہ کی بات سن کر جوش میں آ گیا۔ کہنے لگا۔ کہ اب یہاں تک نوبت آ گئی ہے۔ کہ لاہور دربار کے کا نڈے ہماری لڑکیوں اور عورتوں کو بھی اپنی حکومت کے زور بازو پر لے جانے پر بضد ہو گئے ہیں۔ انہیں اب مزہ چکھانا ہی پڑے گا۔ چنانچہ یہاں دیوانوں نے جرمہ لنگیہ کو اپنے ساتھ لیا۔ اور جنگی میں یہاں ڈبڈو کو جا کر جموں کے سکھ کانڈر چمپا سنگھ کی سینہ زوری اور جرعہ کی لڑکی کا ناطہ طلب کرنے کی ساری بات سنائی اور کہا کہ ہماری موجودگی میں حاکم ہماری بہو بیٹیوں کو بھی طلب کرنے لگ پڑے ہیں۔ یہ کہاں تک برداشت ہو سکتا ہے۔ ڈبڈو نے سنا تو خاموش رہا۔ اور پھر جرعہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ سردار چمپا سنگھ کی اتنی جرأت؟ جاؤ اُسے جا کر کہہ دو۔ کہ آج سے آٹھ دن کے بعد برات لے کر آئینگے۔ اور یہاں دیوانوں سے ڈبڈو نے کہا۔ کہ آپ اُس دن بالکل ہر طرح سے تیار رہئے۔ میں رامپور میں پہونچ جاؤں گا۔ باقی ساتھیوں کو بھی خبر کر دی جائے۔ پھر جو ہو گا۔ دیکھا جائیگا۔

جرعہ۔ اور دیوانوں واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے دوسرے دن جرعہ جموں میں چمپا سنگھ کے پاس پہونچا۔ اور عرض کی۔ کہ سرکار! مجھے اپنی لڑکی کی شادی آپ کے ساتھ

منظور ہے۔ لیکن ایک بات یہ بھی کہہ دوں۔ کہ ہم غریب آدمی ہوں۔ آپ کی برات کی خاطر تواضع کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ وہاں آئیں۔ آپ کی سواگت کے لئے میری برادری اور جموال برادری کے بڑے بڑے سردار موجود ہونگے۔ لیکن وہاں اپنے کھانے پینے کا انتظام آپ نے خود ہی کرنا ہوگا۔

سردار چمپا سنگھ جرعہ کی یہ بات سن کر پھولا نہ سمایا۔ کہنے لگا۔ برات کی خاطر تواضع اور کھانے پینے کی تمہیں کوئی فکر نہ ہونی چاہئے۔ ہم خود سارا انتظام کر لیں گے۔ تم جاؤ۔ اور ہماری آمد کا انتظار کرو۔

اور جب شادی کا دن آیا۔ سردار چمپا سنگھ اپنے فوجی جوانوں کو ساتھ لیکر دو دن پہلے ہی بھلوال میں کیمپ لگائے تھا۔ اُدھر جگٹی سے لیکر اکھنور تک میاں ڈیڈو کے دو تین جانباز گھوم گئے تھے۔ اور جا بجا سردار چمپا سنگھ کی برات کے "سواگت" کی خبر پہنچا دی گئی تھی۔ چنانچہ ملنی کی رسم ادا کرنے کی بھلوال میں تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سردار چمپا سنگھ دولہا بنے اپنے نوجیول کی برات لے کر راگ رنگ میں مست جرعہ کے ہاں جانے کو تیار تھا۔ کہ میاں ڈیڈا اور میاں دیوانو (؟) لٹے پور کی طرف سے اور میاں عالم سنگھ اکھنور کی طرف سے اپنے جانبازوں کو لیکر۔

ڈھول۔ باجے۔ تُرہی۔ نرسنگھے بجاتے آدھمکے۔ چمپا سنگھ دولہا
نے جرعہ کو بلا کر پوچھا۔ کہ یہ کیسا دھوم دھڑکا ہے۔ تو اُس نے
جواب دیا۔ کہ ہمارے رشتہ دار خوشیاں مناتے ملنی کی رسم
میں شامل ہونے کو آرہے ہیں۔ بھلوال میں واقعہ کہ وانڈہ
کے میدان میں برات کا کیمپ تھا۔ سب فوجی اپنے ہتھیار
اُتارے شادی کی خوشی میں بھنگڑا ڈال رہے تھے۔ اور
ناچ گانے میں مصروف تھے۔ کہ میاں ڈیڈو کی جانبازیالی
نے یلغار کر کے وہ تباہی مچائی کہ دو اڑھائی سو جوانوں کی
برات اور دولہا چمپا سنگھ کو تہ تیغ کر کے کشتوں کے
پشتے لگادئے۔ اس طرح ملنکیہ راجپوتوں کو اس رشتہ سے
نجات ملی۔ جو کہ حکمرانی کے زور سے طلب کیا گیا تھا۔
آج تک بھی کراونڈہ کے خشک تالاب سے ہتھیار ملتے
ہیں۔ میاں ڈیڈو کی یاد میں اس واقعہ کو بڑے جوش سے
بیان کیا جاتا ہے۔

لاہور دربار میں سردار چمپا سنگھ اور اُس کی برات کی سوگت
اور تباہی کی رپورٹ پہونچی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے تو
سناٹے میں آگیا۔ پھر کہنے لگا۔ اچھا ہوا۔ کہ ایک بدکردار
کو اُس کی خرمستیوں کی سزا مل گئی۔ لیکن ڈیڈو کی دن بدن
باغیانہ سرگرمیوں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کا تخت جموں

پرگنے میں جو ڈول رہا تھا۔ اُسے مستحکم کرنے کے لئے لاہور دربار
سے اور زیادہ فوج جموں میں بھیج دی گئی۔

طاقت کا مظاہرہ

سنہ ۱۸۱۳ء کے ماہ مئی میں ضلع
کانگڑہ کی ریاست گلیر کے راجہ پرکاش چند نے اپنے بیٹے ٹکہ
بھوپ چند کے مونڈن سنکار پر اپنے کئی ایک رشتہ دار راجگان
کو مدعو کیا تھا۔ اور ڈوگرہ دیس کے بڑے بڑے مشہور بیر
راجے اور رانے بھی شامل تھے۔ یہ تقریب نہایت ہی دھوم
دھام سے ہوئی۔ اِس موقعہ پر میاں ڈیڈو جو کہ راجہ گلیر کا نزدیکی
رشتہ دار تھا۔ اور جس کی طاقت اور بہادری کی دھوم سارے
زمانہ میں تھی کو خاص طور پر بلایا گیا تھا۔ راجہ گلیر نے
رواج کے مطابق اس خوشی کے موقعہ کو زیادہ بارونق اور
پُرلطف بنانے کے لئے ناچ تماشے کے علاوہ کشتیوں۔ دنگل۔
نیزہ بازی۔ گھوڑ سواری۔ بھینسوں کی لڑائی۔ گتکا بازی اور
تلوار کے وار کو ڈھال پر تھامنے کی مصنوعی جنگ کا پروگرام
رکھا تھا۔ دور و نزدیک سے لوگ ایسے کھیل تماشہ کو دیکھنے
کے لئے گلیر کے چوگان میں اکٹھے ہوتے تھے۔ اور کھیل میں
حصہ لینے والے بہادروں کے کمالات پر عش عش کر رہے تھے۔
کہ بھینسوں کی لڑائی شروع ہو گئی۔ راجہ گلیر نے میاں ڈیڈو

سے کہا۔ کہ بھائی صاحب! آپ یقیناً بڑے بہادر اور طاقتور ہیں اور آج گتکا بازی۔ نیزہ بازی اور مصنوعی جنگ میں جو کمال آپ نے کر دکھایا ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ ڈوگرہ دیس میں آپ کی طاقت کا کوئی بہادر نہیں۔ لیکن یہ جو بھینسوں کی لڑائی ہو رہی ہے۔ اس میں تو کچھ نہ کچھ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر دکھائیے۔

میاں ڈیڈو اپنی نشست سے اُٹھ کر میدان میں آیا۔ اور بھرے ہوئے دونوں بھینسوں کو علیحدہ کر کے ایک کا سینگ بائیں ہاتھ میں اور دوسرے کا سینگ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر درمیان میں اس شان سے کھڑا ہو گیا۔ کہ کیا مجال غضبناک حیوان اپنے قدموں سے ایک انچ بھی آگے ہل سکیں۔ اس پر چہار اطراف سے میاں ڈیڈو کے لئے نعرہ تحسین و آفرین گونج اُٹھا۔

کھیل کے خاتمہ پر دونی مگدر اُٹھانے اور مونگلی پھیرنے کی زور آزمائی ہونے لگی۔ راجہ گمبیر نے مل کے ایک بڑے درخت کو کٹوا کر ایک طرف سے اُسے دستہ کی شکل بنا کر رکھا تھا۔ اکثر جوانوں نے مگدر تو اُٹھا لیا۔ لیکن مونگلی پھیرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی تو میاں ڈیڈو سے راجہ گمبیر نے کہا۔ یہ مونگلی آپ کی خاطر تیار کی گئی ہے۔ آپ ہی اسے پھیر کر دکھائیں۔ میاں ڈیڈو نے سالم درخت کو اُٹھا کر اس شان سے گھمایا۔ کہ خلقت دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ میاں ڈیڈو اپنی نشست پر آ لیا۔ اور آتے ہی راجہ

گلیر سے کہنے لگا۔ میں نے یہ منو لنگلی آپ کے حکم سے پھیر نو دی ہے۔ مرا نب ہے۔ کہ آپ کا بھی کوئی جوان اس منو لنگلی نما درخت کو قد سے پھیر کر دکھائے۔ لیکن کوئی بھی شخص اِس کام کے لئے سامنے نہ آیا۔ تو راجہ گلیر نے اپنے خاص مصاحب میاں مہان سنگھ بلاوریہ کو اشارہ کیا۔ تو اُس نے منو لنگلی کو گھما دیا۔ راجہ پرکاش چند نے ڈیڈو سے کہا۔ کہ دیکھا کس طرح منو لنگلی پھیری۔ اس پر ڈیڈو نے سنکر جواب دیا۔ پھیری ہے۔ مگر دریائے راوی کے پار کے ڈوگرے۔ اس طرف کے تو کسی جوان کو بھی جرأت نہیں ہوئی

رانا مرمت گلیہان کا مہمان

۱۸۱۵ء میں جب امیر کابل شاہ شجاع جسے افغانستان کے تخت سے معزول کر دیا گیا تھا۔ ترک وطن کر کے لاہور سے ہوتا ہوا کشتوار جا رہا تھا۔ تو مرمت گلیہان (تحصیل ڈوڈہ) کے رانا فتح سنگھ نے اُسے کھیلنے کے

---

۱ مہان سنگھ بلاوریہ بسوہلی کا رہنے والا تھا۔ جو کہ بڑا قوی ہیکل اور مضبوط جوان تھا۔ یہ سولہ سال کی عمر میں بسوہلی سے گلیر میں آگیا تھا۔ اور بعد میں بوجہ اختلاف درباریاں ملازمت چھوڑ کر دربار لاہور نے پلٹن چار ہزاری میں بعہدہ کمان آفیسر ملازم ہو گیا۔

مقام پر چند دنوں کے لئے قیام کرنے کے لئے کہا۔ اور اُس کی مہمان نوازی کے لئے خاطر تواضع کے تمام انتظامات زورآور سنگھ کے سپرد کئے۔ زورآور سنگھ جو بعد میں وزیر اور فاتح لداخ کہلایا۔ اور جیسے اُنیسویں صدی کے عظیم جرنیل کا رُتبہ حاصل ہؤا۔ اُن دنوں مرمت میں رانا فتح سنگھ کے پاس ملازم تھا۔ اور جس نے اپنے رانا کی خوشنودی حاصل کر لی تھی۔ زورآور سنگھ کے حُسن سلوک اور خاطرداری سے شاہ شُجاع بے حد خوش ہؤا۔ اور آگے چلا گیا۔ اُس کے جانے کے دوسرے دِن رانا فتح سنگھ کو معلوم ہوا کہ جگٹی کا میاں ڈیڈو جموال اپنے کسی رشتہ دار کی شادی میں اپنے جانبازوں کے ساتھ بھدرواہ جا رہا ہے۔ تو اُس نے زورآور سنگھ کی ڈیوٹی لگائی۔ کہ وہ میاں ڈیڈو کی خاطر تواضع کا انتظام کھلیتی کے مقام پر کرے۔ چنانچہ زورآور سنگھ نے کھلیتی میں آکر میاں ڈیڈو اور اُس کی پارٹی کو رانا مرمت کی طرف سے دو چار یوم قیام کر کے مہمان بننے کا پیغام دیا۔ اس طرح ڈوگرہ دیس کے دو عظیم جرنیلوں کی ملاقات دلچسپ حالات میں ہوئی۔ ایک کو دوسرے کا پتہ نہ تھا۔ میاں ڈیڈو کو کیا علم کہ جو شخص رانا فتح سنگھ کے معتبر کے طور زورآور سنگھ نام سے اُس کی آؤ بھگت کر رہا ہے۔ یہ کسی دن بھارت درشن کی سرحدیں ہمالیہ کے اُس پار وسط ایشیا تک پہونچا کر دُنیا کا ایک

عظیم جرنیل اور فاتح ثابت ہوگا۔ اور زور آور سنگھ کو کیا پتہ
تھا۔ کہ میاں ڈیڈو ایک عظیم گوریلا جرنیل ہے۔ جس نے اپنے
وطن کو غیر کے غلبہ سے نجات دلانے کا بیڑہ اُٹھا رکھا ہے۔ لیکن
حادثہ یہ ہوا کہ دو تین دن بعد کھلینی کے نزدیک موضع سارسس
کے ہریجنوں نے دیوی کی پُوجا کے لئے یگیہ کیا اور اس یگیہ
میں دیوی کو بھینٹ چڑھانے کے لئے رواج کے مطابق بنسری۔ نقارہ۔
تری نر سنگا کے ساتھ ڈھول بھی بجایا۔ ڈھول کی آواز سے میاں
ڈیڈو اور اس کی پارٹی میں غلط فہمی پھیل گئی۔ انہوں نے سمجھا
کہ رانا فتح سنگھ اُنہیں اپنا مہمان بنا کر دھوکے سے پکڑنا چاہتا
ہے۔ میاں ڈیڈو اور اُس کی پارٹی نے بنا دریافت کئے اور
زور آور سنگھ سے پوچھے بغیر کھلینی کے گاؤں کو جلا دیا۔ اور پارٹی
لُوٹ مار کرتی بھدرواہ کی طرف چلی گئی۔ اس حادثہ نے زور آور
سنگھ کی قسمت کو چمکا دیا۔ کیونکہ رانا فتح سنگھ زور آور سنگھ پر
سخت ناراض ہوا۔ اور لعنت ملامت کر کے کہا۔ کہ میاں ڈیڈو کی
ایسی غلط فہمی کو اُس نے کیوں نہ دُور کر دیا۔ اور بزدلوں کی مانند
وہاں چھپا رہا۔ زور آور سنگھ سے یہ طعنہ برداشت نہ ہو سکا
اور وہ برمت سے بھاگ کر جموں آگیا۔ جہاں کہ وہ گلاب سنگھ کی
ذاتی فوج میں بھرتی ہوا۔ اور اپنی بہادری کا سکہ اقوام عالم پر
ثبت کرنے کے لئے اپنی سپاہیانہ زندگی کو عملی طور پر شروع کیا۔

میاں موٹا مدار المہام جموں کا قتل

سنہ ۱۸۱۶ء کے اکتوبر

میں شاہزادہ کھڑک سنگھ لاہور سے جموں کا قبضہ لینے کے لیئے آیا۔ جیسے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جموں کا پرگنہ بطور جاگیر دیا تھا۔ جموں میں راجہ جیت سنگھ کی رانی بندرال کی سازشوں کی وجہ سے سخت گڑبڑ مچی ہوئی تھی۔ کہ رانی بندرال کھڑک سنگھ کے پہونچتے ہی اُسے رام کرنے کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور جلد ہی اُس کی محبوب نظر بن کر شاہزادہ لاہور کو اپنے سانچے میں ڈھال لیا۔ کھڑک سنگھ نے جموں میں چند ہفتے ہی قیام کیا تھا۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنے ولی عہد کے طور طریقوں کی لاہور میں اطلاع مل گئی۔ تو اُس نے حکم دیا کہ کھڑک سنگھ فوری طور لاہور میں آجائے۔ اور جموں کا نظم و نسق میاں موٹا مدار المہام جموں کے مشورہ سے چلایا جائے۔ کھڑک سنگھ کو صرف بارہ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جاگیر محدود کی گئی۔ مجبوراً شاہزادہ کو واپس لاہور جانا پڑا۔ اور وہ اپنا کاردار جموں میں بطور گورنر دیوان اجیت سنگھ کلال کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا

رانی بندرال اس صورت حال سے آگ بگولا ہو اُٹھی۔ اور اپنے خسر کے بھائی میاں موٹا مدار المہام کو ختم کرنے کی سازشیں کرنے لگی۔ چنانچہ اُس نے جموں کے نئے گورنر دیوان اجیت سنگھ

کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ میاں دیوان سنگھ منڈی والا جموال جاگیردار ریاسی پہلے سے ہی رانی کا اندرونی رشتہ دار تھا۔ تو میاں موٹا کو قتل کرنے کے لئے دو کرایہ کے آدمی ننرڑ و اور سعرو راجپوت تلاش کر لئے گئے جنہوں نے میاں موٹا کو راہ جاتے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ میاں موٹا کے قتل کے بعد دونوں قاتل رانی بندرال کی خفیہ چٹھی لے کر لاہور میں شاہزادہ کھڑک سنگھ کی پناہ میں چلے گئے۔ اور اُس کی ملازمت اختیار کر لی۔

ریاسی پر گلاب سنگھ کا اقتدار

میاں موٹا کے بزدلانہ قتل کی رپورٹ جب لاہور دربار میں ہوئی۔ گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ دونوں بھائیوں کو جو کہ اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے منظورِ نظر تھے اپنے دادا میاں موٹا کے قاتلوں کا پتہ چلا۔ کہ وہ لاہور میں ہیں۔ تو ایک دن بھاٹی گیٹ کے نزدیک دونوں قاتل جا رہے تھے۔ کہ گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ نے اُن دونوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس قتل کی واردات نے لاہور شہر میں سنسنی پھیلا دی۔ خاص کر اس لئے کہ میاں موٹا کے دونوں اُجرتی قاتل شہزادہ کھڑک سنگھ کے خاص آدمی سمجھے جاتے تھے۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور صرف اس قدر کہا۔ کہ گلاب سنگھ کو زیادہ محتاط رہنے کی

ضرورت ہے۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد میاں موٹا کے قتل کی تفتیشی رپورٹ لاہور دربار میں ہوئی۔ تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں دیوان سنگھ منڈی والے جموال جاگیردار ریاسی کو لاہور میں بلا کر قید کر لیا۔ کیونکہ میاں موٹا کے قتل کی سازش میں اُس کا زیادہ ہاتھ تھا۔ اور وہ میاں موٹا کا حاسد اور راجہ دھیان سنگھ کا اندرونی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے قتل کی سازش کا سرغنہ سمجھا گیا تھا۔ میاں دیوان سنگھ منڈی والا بھی جموں کے شاہی خاندان جموال سے تھا۔ اور راجہ ہری دیو والئے جموں کے تیسرے بیٹے جسونت دیو کے فرزند اکبر رنجیت دیو کا پڑپوتا تھا۔ اس طرح گلاب سنگھ۔ میاں ڈیڈو اور میاں دیوان سنگھ تینوں کا سلسلہ نسب راجہ ہری دیو والئے جموں کی چھٹی پشت سے ملتا ہے۔ اور ان تینوں کا چھ پشت پہلے بزرگ راجہ ہری دیو تھا۔

میاں دیوان سنگھ لاہور میں قید کر لیا گیا۔ اور ریاسی کا پرگنہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گلاب سنگھ کو ایک خاص اشتاد کے ذریعہ عطا کر دیا۔ دیوان سنگھ کے بیٹے میاں بھوپ دیو نے ریاسی پر گلاب سنگھ کے قبضہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ جسے گلاب سنگھ نے اپنی حکمت عملی اور بہادری سے جلد ہی فرو کر لیا۔ اور بھوپ دیو لاہور کی طرف بھاگ گیا۔ لاہور پہونچکر اس نے

دربار کے اہل کاروں سے مل ملا کر اپنے باپ کو قید سے چھڑا یا۔ اور دونوں باپ بیٹے نے چند ایک سو آدمیوں کو لیکر ریاسی کے قلعہ بھیم گڑھ پر دھاوا بول دیا۔ گلاب سنگھ اس وقت لاہور میں تھا۔ زور آور سنگھ نیا نیا گلاب سنگھ کی ذاتی فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ اور وہ قلعہ ریاسی میں یہاں جواہر سنگھ اگوریہ کی کمان میں دیوان سنگھ اور اُس کے فوجی دستہ کے چھکے چھڑانے لگا۔ دو تین دن کی لڑائی کے بعد جواہر سنگھ اگوریہ نے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا۔ اور اپنے بیس پچیس فوجیوں کو لے کر دیوان سنگھ پر ٹوٹ پڑا۔ دیوان سنگھ کے بہت زیادہ آدمی مارے گئے۔ اور وہ شکست کھا کر ایسا بھاگا۔ کہ پھر اس کا کہیں پتہ نہ لگا۔ جب لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ریاسی کے ہنگامہ کی خبر ملی۔ تو اُس نے گلاب سنگھ کو ریاسی بھیجا۔ وہ علاقے میں امن وامان دیکھ کر مطمئن ہوا۔ اور جواہر سنگھ اگوریہ اور زور آور سنگھ کو اُن کی بہادری پر انعام واکرام دیا۔ لیکن جواہر سنگھ اگوریہ اس انعام سے خوش نہ ہوا۔ اور انعام لینے سے صاف انکاری ہو کر ریاسی سے چلا آیا۔

ڈیڈو کی پارٹی میں شمولیت | جواہر سنگھ اگوریہ جو کہ اپنی جرأت اور بہادری میں یکتا نے روزگار تھا۔ اور گلاب سنگھ

اور ڈبڈو کا ہم پلہ تھا۔ ریاسی سے سیدھا جگتی پاس پہونچا۔ یہاں
ڈبڈو کے باپ میاں ہزاری سے اس نے ڈبڈو کا پتہ مقام
پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ وہ کتنے ہی مہینوں سے گھر نہیں آیا۔
اس کے بال بچے اور بیوی ویشنو دیوی کے پوجاری کی پناہ
میں ہیں۔ اور ڈبڈو بھی اکثر اوقات وہاں ہی رہتا ہے۔
جواہر سنگھ ویشنو دیوی کے استھان پر پوجاری کے پاس
پہونچا۔ اور اپنی آمد کا سبب بتایا۔ لیکن پوجاری نے صاف
جواب دیا۔ کہ اسے ڈبڈو اور اس کے بال بچوں کا کوئی
پتہ نہیں۔ رات کو جواہر سنگھ اگوریہ پوجاری کا مہمان رہا۔
پوجاری نے میاں ڈبڈو کو جو کہ ویشنو استھان کے ایک
اندرونی کمرے میں رہتا تھا۔ جواہر سنگھ اگوریہ کے متعلق سب
کچھ سنا دیا۔ کہ وہ گلاب سنگھ سے ناراض ہو کر تمہاری پارٹی
میں شامل ہونے کی خاطر آیا ہے۔ چنانچہ دوسری صبح جب کہ
جواہر سنگھ ویشنو دیوی کے درشنوں کے لئے گپھا میں جانے لگا۔
تو ایک قوی ہیکل انسان نے پیچھے سے آکر جواہر سنگھ اگوریہ
کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اور پوچھا تم کون ہو۔ جواہر سنگھ نے
مڑ کر دیکھا۔ تو میاں ڈبڈو مسکرا رہا تھا۔ میاں ڈبڈو جواہر سنگھ
کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ اور وہاں کھل کر باتیں ہوئیں۔ میاں
ڈبڈو جموں کے تمام حالات سے باخبر تھا۔ اور اسے رانی بندرال

کی سازشوں اور بدعنوانیوں سے سخت چڑ تھی - اُس کا خیال تھا - کہ جموں کے زوال کا سبب یہی رانی بندرال ہے - جس نے کھڑک سنگھ سے مل کر اور اُس سے ساز باز کر کے ڈوگرہ کی عزت کو خاک میں ملا دیا - اور پھر میاں ہوشیار جیسے بزرگ کو قتل کرا کے خاندان کی ناک کاٹ دی - اُس کے خیال میں میاں دیوان سنگھ کا جو حشر ہوا - وہ بھی لازمی تھا - اُسے ریاسی پر گلاب سنگھ کے قبضہ کا کوئی گلہ نہ تھا - اگر غصہ تھا تو یہ کہ رانی بندرال نے دیس اور جاتی کی لٹیا ڈبو دی ہے - اور ریاست جموں لاہور کے غلبہ اور غلامی میں دے دی ہے -

میاں جواہر سنگھ وہ ایک دن ڈیڈو کے پاس رہا - اور اُس سے استدعا کی - کہ اُسے اپنی پارٹی میں شامل کر لے - چنانچہ اُس کی درخواست منظور کر لی گئی - اور دیوی بھگوتی کے سامنے دوزانو ہو کر اُسے دیس کو آزاد کرانے کا حلف دلایا گیا -

جواہر سنگھ اگوریہ کی مقبولیت سے میاں ڈیڈو کی پارٹی کو زیادہ تقویت ملی - اس سے پہلے اس جانباز پارٹی میں میاں دیوالؤں - دھرم سنگھ اور چھفو رائے پوریے - میاں دھیان سنگھ - ڈولو سنگھ - چین سنگھ ہنسالی والیے - میاں پنجو دیو بانڈے موضع پنچھل - سکھا سنگھ - گدی باغل - بھویا بلاوریہ - ناہر سنگھ چب - جبرعہ لنگیہ - تارا شنو - جبار دھن - سادن

دلیپا چاڑک اور جڑھنو ایسے کئی سُورمیر شامل تھے۔ سب جوان ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔ اور سارے زمانہ میں اُن کی دھوم تھی گلاب سنگھ کو ریاسی پرگنہ کی عطائیگی کے بعد میاں ڈیڈو کا ترکوٹا کی پہاڑیوں میں گھومنے کا معمول بن گیا۔ اُس نے جنگلی جانا چھوڑ دیا۔ لیکن ضرورت کے وقت وہ اپنی پارٹی کو لے کر جموں تک دھاوا بولتا تھا۔ اور جموں کے سکھ تھانے کو پھونک آتا تھا۔

وہ مہینے میں دوبارہ اماوس اور پورنماشی کے روز اپنا دربار وشنو سنتھان کے صحن میں لگاتا۔ اور ترکوٹ پہاڑ میں بسنے والے لوگوں کی پنچایت کرتا اور فیصلے دیتا۔

فریادی بوڑھا ڈیڈو کے دربار میں

ایک دن میاں ڈیڈو نے اپنی پارٹی کو ایک ضروری مہم کے لیے بلایا تھا۔ اور وہ وشنو دیوی کے سنتھان سے دو میل دور ایک گاؤں کے مندر کے صحن میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ اور اُس گاؤں کے ایک کسان کے زمیندار سے لگان کے جھگڑے کا بھی فیصلہ کرنا تھا۔ گاؤں کی پنچایت بھی بیٹھی تھی۔ کہ ایک بوڑھا دو نوجوانوں کے ساتھ ہانپتا ہوا وہاں آیا۔ سبھا میں بیٹھے لوگوں میں سے ایک نے پوچھا۔ تم لوگ کہاں سے آئے ہو۔ کیا کام ہے تو بوڑھا کھانس کر بولا مجھے میاں ڈیڈو سے ملنا ہے۔ میں ایک

مظلوم فریادی ہوں۔ سوائے میاں ڈیڈو کے کوئی بھی ہماری فریاد سننے والا نہیں۔ ہم جموں سے آئے ہیں۔ پہلے ہم نے جنگلی میں ان کا پتہ لیا۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ ترکٹا پربت کے دامن میں پھیلی ہوئی وادیوں میں رہتے ہیں۔ ہم ویشنو استھان سے بھی ہو آئے ہیں۔ اور اب گرتے پڑتے یہاں پہونچے ہیں۔ ایشور کے واسطے ہماری امداد کرو۔ میری نوجوان لڑکی سکھ فوجی اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ اور کمانڈر گنڈا سنگھ سردار نے اُسے اپنے ہاں چھپا لیا ہے۔ ہم نے ہزار چیخ و پکار کی۔ راجہ جیت سنگھ کی ڈیوڑھی میں پکار کی۔ لیکن کہیں بھی ہماری شنوائی نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں میری بچی کس حال میں ہے۔ اور اُن وحشیوں نے کیا کیا مظالم اُس پر توڑے ہونگے۔ یہ کہکر بوڑھا زار زار رونے لگا۔

میاں ڈیڈو نے اُسے اپنے پاس بیٹھا کر ڈھارس دی۔ اور کہا۔ کہ سکھ فوجی تمہاری لڑکی نہیں میری بیٹی لے گئے ہیں۔ مجھے ایک دن کی مہلت دو۔ تمہاری لڑکی تمہارے پاس آجائے گی یہ کہکر میاں ڈیڈو نے بھری سبھا پر نظر ڈالی۔ اور پوچھا کہ کون کون ہمارے ساتھ چلنے کو تیار ہے؟۔

فضا میں میاں ڈیڈو کی جے کا نعرہ گونجا۔ اور آن کی آن میں پارٹی کے پچاس جانباز اور دس بیس پنچایتی سبھا میں

آتے ہوئے جوان ڈیڈو کے حکم پر جموں کی طرف مارچ کرنے کو تیار بیٹھے۔ شام کے دھندلکے بڑھ رہے تھے۔ کہ شمع آزادی کے پروانوں کا قافلہ اپنے سردار میاں ڈیڈو کی سرکردگی میں پرجس نمایاں جاننے انگرکھے پہنے۔ توڑے دار بندوقیں اُٹھائے ڈھال تلوار سے آراستہ اور کیسری رنگ کی پگڑیاں باندھے شری وشنو دیوی کی جے پکارتے جموں کی طرف چل پڑے۔ میاں ڈیڈو سب سے آگے تھا۔ تانبے کی مانند چمک رہے بھاری چہرے پر بل کھاتی ہوئی سیاہ مونچھیں ڈوگرہ سردار کے جلال کو دوبالا کر رہی تھیں۔ رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں پچھلے پہر جانبازوں کی پارٹی جموں پہونچی۔ اور جاتے ہی پرانی منڈی میں سکھ تھانے پر حملہ کر دیا۔ سردار گنڈا سنگھ کانڈرا اور اُس کے فوجی اچانک حملہ کی تاب نہ لاکر گھبرا گئے۔ اُن سب کے اوسان خطا ہو گئے۔ میاں ڈیڈو نے گنڈا سنگھ کو بازو سے پکڑ کر پوچھا۔ بتاؤ۔ وہ لڑکی کہاں۔ جو کہ تین روز سے تمہارے آدمیوں نے گلی سے اُٹھا کر تمہیں پیش کی تھی۔ گنڈا سنگھ خاموش۔ اُس پر لرزہ طاری تھا۔ اتنے میں تلوار چمکی اور گنڈا سنگھ کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ فوجیوں کو ایک کمرے میں بند کر کے باہر سے قفل لگا دیا گیا۔ اور گنڈا سنگھ کے کوارٹر سے اُس لڑکی کو برآمد کر لیا گیا۔ اور جب دوسرے دن

شام کو میاں ڈیڈو اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لیکر وشنو شنان میں پہونچا۔ تو بوڑھے کو اُس کی لڑکی حوالے کر کے کہا۔ کہ اپنی کنیا کا جلدی بیاہ کر دو اور اُس موقعہ پر مجھے ضرور یاد کرنا۔ مجھ سے جو ہو سکے گا۔ ضرور امداد کے طور بھینٹ کر دوں گا۔

کانڈ رگنڈ اسنگھ کے قتل اور سکھ فوجیوں کی بے جا حراست کے متعلق جب لاہور دربار میں خبر ہوئی۔ تو مہاراجہ رنجیت سنگھ سخت برافروختہ ہوا۔ دربار میں حاضر ایک درباری نے کہا مہاراج جموں کے علاقہ میں تو ڈیڈو کا ہی راج ہے۔ آپ کو کون پوچھتا ہے وہاں۔ اس پر جمعدار خوشحال سنگھ اور سردار دلیسا سنگھ مجبیٹھ کی سرکردگی میں دو ہزار سے بھی زیادہ فوجیوں کا لشکر جرار میاں ڈیڈو کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ مگر ڈیڈو جموں میں ہوتا تو اُس کا پتہ ملتا۔ اور یہ لشکر جموں میں ڈیرہ ڈالے رہا۔ اِدھر میاں ڈیڈو نے اپنے آپ کو ایسا غائب کیا۔ کہ کتنی ہی مدت وہ کسی کو کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پنڈت بیربر در کی ڈالی

سنہ ۱۸۱۹ء میں

پنڈت بیربر در جیسے اُن دنوں کشمیر اور لاہور کی سیاسیات میں بہت زیادہ دخل تھا۔ نے براستہ راجوری مہاراجہ رنجیت سنگھ کو

میوہ کشمیر از قسم سیب اور ناشپاتی بڑی بھاری ڈالی بنا کر لاہور بھیجی۔ میاں ڈیڈو کو اُس کے کسی ساتھی نے اِس ڈالی کا پتہ دے دیا۔ تو اودھم پور کے نزدیک میاں ڈیڈو نے کشمیری مزدوروں سے یہ ڈالی لوٹ لی۔ اور اُس کی جگہ کوڑا کرکٹ اور گند کی ذخیرہ بھر کر بھیج دی۔ جب میوہ کی جگہ کوڑا کرکٹ اور گند کی ڈالی کے طور پر رنجیت سنگھ نے دیکھی۔ تو تلملا اُٹھا۔ اور جموں کے سکھ گورنر دیوان بھوانی داس کو حکم بھیجا۔ کہ اگر پانچ یوم کے اندر تم نے اور بھیا رام سنگھ نے میاں ڈیڈو کو زندہ گرفتار کر کے لاہور نہ بھیجا۔ تو تم دونو کو اُس کی بجائے قید بھگتنا پڑے گی۔ اور دیوان شنکر داس کو اپنے اِس حکم کی تعمیل کرانے کے لئے بہت سی فوج دے کر جموں بھیجا گیا۔ اور میاں ڈیڈو جموں سے ترکُٹا کی وادی میں پھیلے ہوئے گھنے جنگلوں میں جا کر رہنے لگ گیا۔

ڈیڈو کے ساتھیوں پر سختی

دیوان بھوانی داس اور بھیا رام سنگھ نے میاں ڈیڈو کی گرفتاری کے لئے سارے پرگنہ کے اہم ناکے بند کر دئے۔ سینکڑوں فوجیوں کو ایک ایک ناکے پر مامور کیا۔ اور جموں شہر اور پیچھے کے سارے علاقہ اور جنگلوں میں فوجی پھیلا دیئے۔ میاں ڈیڈو کے ساتھی

اپنے اپنے گھروں کے مخفی جنگلوں میں انڈر گراؤنڈ تھے۔ جن میں سے دس بارہ جوانوں کو چھاپے مار کر گرفتار کر لیا گیا۔ بدلے لپور کے نیہاں دیوانوں اور جھنو کو پابہ زنجیر لاہور بھیج دیا جنہیں شیخوپورہ کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ چیڑ جھنو کو گمٹ گیٹ کے تھانہ میں لایا گیا۔ اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ جرعہ لینگیہ کو پکڑ کر پرانی منڈی کے تھانہ میں لاکر زمین میں گاڑھ دیا گیا۔ اور اُس کا پیٹ چاک کرا دیا۔ جموں کے علاقہ میں حکومت کے اس جور و جبر نے دہشت پھیلا دی۔ لیکن راجپوت سرداروں نے اس قسم کے ظلم اور تشدد پر بہت بُرا منایا۔ اور ایسی سختی ایک تمام سنڈریش کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ جموں کے پیچھے کے تمام علاقے نے سکھ حکومت کے خلاف ہمہ گیر بغاوت پیدا کر دی اور میاں ڈیڈو نے پبلک ہیجان کی رہنمائی اختیار کر کے ایک ایسی شورش بپا کی۔ کہ علاقے میں پھیلے ہوئے دربار لاہور کے فوجی جموں کی طرف بھاگنے لگے۔ اور ان سرگرمیوں نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی۔ جس سے دربار لاہور کی طرف سے جموں میں تعینات حکمران طبقہ میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ یا تو اس صورت حالات کا خاتمہ کر دیا جائے یا لاہور دربار جموں سے دست بردار ہو کر سیالکوٹ میں جا کر اپنا ڈیرہ ڈالے۔ اور اس علاقہ کو مستاجری پہ یہاں کے کسی سرکردہ

راجپوت کو دے دینا چاہیئے۔ کیونکہ جموال راجپوت نہایت سرکش ہیں
اور انہوں نے مالیہ کی عدم ادائیگی کی مہم جاری کر رکھی ہے۔ یہاں
ڈیڈو جیسے کوربلا ڈوگرے نے حکومت کے سپاہیوں کا قافیہ
تنگ کر رکھا ہے۔ اور لاہور دربار سے کئی بار زیادہ سے زیادہ
تعداد میں فوج آنے کے باوجود ہم اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔
نہ اُسے گرفتار کر سکے۔ بلکہ دِن بدن اُس کی جیرہ دستیوں اور
باغیانہ حوصلوں میں پختگی آ رہی ہے۔

بھوپت دیپال بلاوریہ کی تعیناتی

ایسے مخدوش حالات
کی خبر جب لاہور دربار میں پہنچی۔ تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تلوار
کے قبضہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ اور غصہ سے بولا۔ کہ "ہم خود اس
نا ہنجار کو گرفتار کرنے کے لئے جموں جائیں گے۔ تیاری کی جائے۔"
تو جمعدار خوشحال سنگھ نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ کہ "سرکار ایک
پہاڑی ڈاکو کی سرکوبی کے لئے شیر پنجاب کا بہ نفس نفیس جانا کچھ
اچھا نہیں لگتا۔ آپ کے ماتحت کتنے ہی راجے اور جاگیردار کوہستان
ڈوگرہ دیس کے ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک کے ذمہ سختی سے یہ
ڈیوٹی لگائی جائے۔ کیونکہ علاقہ پہاڑ کے اِس خود سر ڈاکو سے
پہاڑی راجے ہی نپٹ سکتے ہیں۔ ہم اور آپ نہیں۔" تو مہاراجہ
رنجیت سنگھ نے راجہ بھوپت دیپال والئے ریاست بسوہلی کو

لاہور بُلایا۔ اور بھاری خلعت سے سرفراز کر کے میاں ڈیڈو اور اُس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی ہدایت کی۔ اور منکوٹ (رامکوٹ) بندرالنہ (رام نگر) اور بھوتی کرمچی ریاستوں کے راجگان راجہ دلیل سنگھ منکوٹیہ۔ راجہ چندر دیو بندرال اور راجہ ہمت سنگھ بھنبال کے نام احکام جاری کئے۔ کہ وہ راجہ بھوپندر پال بلاوریہ کو زیادہ سے زیادہ جوانوں کی امداد دیکر خود اِس مُہم میں شامل ہوں۔

راجہ بھوپندر پال بلاوریہ نے ہرسر دربار میاں ڈیڈو کو گرفتار کرنے کی مُہم کا بیڑہ اُٹھایا۔ اور اس خیال سے کہ بسوہلی پہونچ کر علاقہ بھر کے چیدہ جوانوں کو ساتھ لے گا۔ اور وہاں سے چل کر منکوٹ بندرالنہ اور کرمچی کے راجگان کی کمک لے کر ڈیڈو کو گھیرے میں لے گا۔ لاہور سے چل پڑا۔ لیکن امرتسر پہونچ کر بیمار ہو گیا۔ پیٹ محرقہ نے اُسے نڈھال کر دیا۔ اور اُسی مقام پر جہاں کہ اُس کے باپ راجہ مہندر پال کا انتقال ہوا تھا۔ بھوپندر پال ایسا شیر جوان اِس جہانِ فانی سے ۲۷ سال کی عمر میں چل بسا۔

ڈیڈو کی گرفتاری کا فرض گلاب سنگھ پر

بھوپندر پال کی موت نے ایک بار پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پریشان کر دیا۔ ڈیڈو کی باغیانہ سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں۔ جموں

پرگنہ کے اندرونی دیہات میں میاں ڈیڈو کی جے کے نعرے بلند ہونے لگے۔ اور شہر جموں میں تین روپیہ فی گھر ٹیکس اور دیہات سے لگان کی عدم ادائیگی سکھ حکومت کے کارداروں کے لئے مصیبت کا سبب بن گئی تھی۔ اُن میں ہمت نہ تھی۔ کہ وہ جموں کے عوام سے ٹیکس وصول کرتے۔ شاہزادہ لاہور کنور کھڑک سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے شکایت کی۔ کہ مجھے ایک سال سے جموں کی جاگیر سے ایک پیسہ بھی وصول نہیں ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ صورت احوال سے بوکھلا گیا۔ اور اُس نے بھرے دربار میں گلاب سنگھ کے ذمہ ڈیڈو کو پکڑنے کیلئے ڈیوٹی لگا دی اور کہا۔ کہ اگر تم اپنے گھر جموں جاؤ۔ تو وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر اپنی حکمت عملی سے میاں ڈیڈو کو گرفتار کر لاؤ۔ تو بہت بڑی خدمت خالصہ سرکار کی کرو گے۔ گلاب سنگھ نے سر جھکا دیا۔

دوسرے دن مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار عطر سنگھ کلال اور جگت سنگھ اٹاری والے کو گلاب سنگھ کے ہمرکاب بہت سی فوج دے کر جموں کو روانہ کیا۔ یہ دونوں سردار سکھ فوج کے مانے ہوئے جرنیل تھے۔ گلاب سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے یہ بھی کہا۔ کہ آپ نے مجھے بے حد مشکل میں ڈال دیا۔ یہ ایسی مشکل مہم ہے جس کے سر کرنے کے لیئے مجھے بہت کچھ کرنا پڑیگا۔

اس لیے گزارش میری قبول کیجئے۔ کہ قلعہ شیخو پورہ سے ڈیڈو کے ہمراز میاں دیوالوں اور جھفو لائے پوریہ کو آزاد کر کے لاہور میں لایا جائے۔ تاکہ میں اُن سے مِل لوں۔ اور انہیں ساتھ لے کر مہم کا آغاز کروں۔ کیونکہ مجھے نظر آتا ہے۔ کہ میاں ڈیڈو کو گرفتار کرنے میں بہادری سے زیادہ حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

قلعہ شیخو پورہ سے میاں دیوالوں اور جھفو کو لایا گیا۔ اور گلاب سنگھ سکھ فوج اور ڈیڈو کی پارٹی کے ہردو جانبازوں کے ساتھ جموں کی طرف بڑھا۔ راستے میں گلاب سنگھ نے میاں دیوالوں اور جھفو کو اپنے اعتماد میں لینے کے لیے بات چیت شروع کی۔ اور میاں دیوالوں کو کہا۔ کہ آپ کا مدعا تو یہی ہے۔ کہ جموالوں کو اپنے علاقہ کی حکومت حاصل ہو۔ اور سکھوں کا غلبہ جموں سے ختم کر دیا جائے۔ تم سب جانباز اور تمہارا لیڈر میاں ڈیڈو بھی یہی کچھ چاہتے ہیں۔ میاں صاحب آپ رشتہ میں مرے چچا ہیں۔ ہم سب کا ایک ہی خاندان ہے۔ مجھے جو سوگند دینا چاہو دے دو۔ میں بھی دل سے یہی چاہتا ہوں۔ کہ کسی طرح سکھوں سے جموں کو نجات مِل جائے۔ ہم سب برادری میں ایک۔ اور سلسلہ نسب ہمارا ایک۔ جنم دھرتی ہماری

ایک - اور ایک ہی ہمارا مقصد ہے۔ تو پھر سمجھ نہیں آتی - کہ اتنا بڑا ہنگامہ کس لئے کھڑا کر رکھا ہے! دن کو چین نہ رات کو آرام - مارے مارے پھرنا۔ اور جنگلوں میں بھوکے پیاسے گھومنا - آخر یہ حالت اپنی کب تک بنائے رکھوگے!

دیوانوں[1] والے پور یہ سنے گھورکر گلاب سنگھ کو دیکھا اور پوچھا "کیا تم سچ سچ کہہ رہے ہو۔" گلاب سنگھ نے جواب دیا۔ "بالکل سچ میں تم لوگوں کا اپنا آدمی لاہور دربار میں بیٹھا ہوں۔ دھیان سنگھ اور سوچیت سنگھ میرے دونوں بھائی بھی وہاں ہیں۔ اور میرا خیال ہے - کہ اگر تم لوگ میری مان جاؤ۔ تو اور کچھ نہ سہی اپنا وطن واپس لینے کی خاطر میرے ساتھ وہاں چلو۔ میں تم سب کو فوج میں اعلےٰ رتبہ اور اونچا عہدہ دلاؤں گا۔ میاں ڈیڈو کو فوج میں سرداری دلانے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ اور جب ہم وہاں سب

---

[1] میاں دیوانوں کے خاندان سے آج بھی ریاست جموں و کشمیر میں بہت سے افراد بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ اور ہند افواج میں جرنیل کرنیل اور میجر کے عہدوں پر فائز ہیں۔ برگیڈیر گھنسار سنگھ سابق گورنر گلگت میاں دیوانوں کی چوتھی پشت سے وابستہ ہے۔

سب اپنی ذمہ داریوں پر ڈٹ گئے۔ اور دھاراجہ لاہور کو کسی مشکل مہم میں اپنی بہادری کی جھلک دکھائی تو وہ خود سارا علاقہ واپس دے دیگا۔" جموں پہنچ کر گلاب سنگھ نے دیوانوں اور جھفوہ کو کہا کہ اپنے اپنے گھروں سے ہو آؤ۔ اور آتے ہوئے جتنے بھی تمہارے ساتھی تمہیں ملیں، اُنہیں بھی لیتے آؤ۔ دوسرے دن سُکھا سنگھ گڑہی باغل اور میاں جواہر سنگھ اگوریہ کو وہ اپنے ساتھ لے آئے۔ میاں جواہر سنگھ اگوریہ سے گلاب سنگھ اُٹھ کر بغل گیر ہوا اور اُسے کہا۔ "بھائی تم ناراض ہو کر چلے گئے تھے لیکن ہم نے بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور اپنے پاس بلا لیا۔ یہ روز روز کی دشت نوردی چھوڑو۔ دن کو چین نہ رات کو نیند۔ مارے مارے پھرنا۔ اگر سیدھی انگلی سے گھی نکل آئے تو ٹیڑھی کرنے کی ضرورت؟ تم جا کر میاں ڈیڈو کا پتہ لگاؤ۔ میں اُس کے فائدہ کی بات کہہ رہا ہوں۔ میں نے میاں دیوانوں سے سب بات کہہ دی ہے۔ مجھے ڈیڈو سے ملاؤ۔ یا اُسے میرے پاس خفیہ طور لے آؤ۔ میں یقین دیتا ہوں کہ اُسے میرے پاس آکر کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ اگر وہ میرے پاس آنا نہ مانے تو میں اُس کے پاس چلوں گا۔ ہم سب کا مقصد یہی ہے کہ جموں پر سے بیرونی غلبہ ختم ہو۔ میں اس غلبہ کو حکومت کے اندر جا کر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم لوگ اور تمہارا سردار ڈیڈو حکومت

سے باہر ہنگامہ بپا کر کے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں لیکن حالات ایسے ہیں کہ ہم اگر پچاس سال بھی حکومت سے باہر رہ کر ہنگامہ بپا کرتے رہیں تو کامیاب نہ ہوں گے۔ ہنگامہ سے اپنے ہی لوگوں کی تباہی، خونریزی اور بربادی ہو گی — گرفتاریاں ہوں گی اور جیل میں اذیتیں برداشت کرنا پڑیں گی۔ لاہور دربار سے ٹکرانا اپنے آپ کو پاش پاش کرنا ہے، جواہر سنگھ! تم جاؤ اور میاں ڈیڈو سے میری بات کہہ دو۔ تم اگر ہماری ملاقات کرا سکو تو اس سے بہتر کوئی بات نہ ہو گی۔ ڈیڈو کے پایہ کا ایک بھی آدمی ہمارے دیس میں نہیں۔ وہ بہادری میں یکتائے زمانہ ہے۔ اور جتنے بھی جانباز اس کے ساتھی تم جیسے نوجوان ہیں، سب کی جرأت، بے باکی اور نڈرتا کی داد دینا پڑتی ہے۔ لیکن اس بہادری اور جانبازی کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اسے اپنی ہی جان کندنی اور تباہی کا سبب بنا دیں" اس طرح گلاب سنگھ نے

---

۱ میاں جواہر سنگھ اگر ریہ نے ریاسی کے فتح کرنے میں کمال جرأت کا ثبوت دیا تھا۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس کو اور جرنیل زورآور سنگھ کو انعام و اکرام دیا تھا۔ لیکن جواہر سنگھ اس انعام سے خوش نہ ہوا۔ انعام واپس کر دیا۔ اور ناراض ہو کر میاں ڈیڈو سے جا ملا تھا۔

میاں ڈیڈو کی پارٹی کے جتنے بھی جانباز تھے اپنے ساتھ ملا لیے۔ اور ڈیڈو کے ساتھ صرف اُس کے پانچ بھائی رہ گئے۔

گلاب سنگھ کا ڈیڈو کو پیغام

میاں جواہر سنگھ اگرچہ میاں ڈیڈو کی تلاش میں گیا۔ وہ میاں ڈیڈو سے ملا بھی۔ لیکن ڈیڈو نے گلاب سنگھ سے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ اُس نے کہا۔ "گلاب سنگھ سرکاری آدمی ہے۔ اُس سرکار کا جس نے ہمارے دیس پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اُسے حکومت کے اندر بیٹھ کر جموں کو واپس لینا مبارک ہو۔ لیکن میں غیر کی حکومت میں جانے اور غلامی اختیار کرنے سے مرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ مجھے میری زندگی میں دیس کی حکومت واپس نہ ملے لیکن میری آن اور عزت تو قائم رہے گی۔ مہارانا پرتاپ کا نام بھارت کے بچّے بچّے کی زبان پر ہے۔ اُس کا نام لیتے ہی عقیدت سے سر جھک جاتا ہے۔ وہ مغل بادشاہ کے سامنے جھکا نہیں اُسے میواڑ واپس مل سکتا تھا۔ میواڑ کے علاوہ جتنی جاگیریں اور علاقے چاہتا، وہ اُسے دئے جا سکتے تھے۔ لیکن اُس نے مغل بادشاہ کی غلامی قبول نہ کی۔ وہ مر گیا مگر اُس کے سامنے جھکا نہیں۔ مجھے گلاب سنگھ ذلت اور غلامی کے راستے پر ڈالنا چاہتا ہے۔ وہ مجھے اِس راستے چل کر حکومت دلا رہا ہے اگر یہ حکومت سورگ ہے تو میں اسے نرک سے بھی بدتر تصوّر کرتا ہوں

میرا اور گلاب سنگھ کا واسطہ بھی کیا ہے۔ میری اُس سے دشمنی نہیں۔
میرا وہ عزیز ہے۔ لیکن اُس کا راستہ الگ ہے اور میرا الگ۔ میں
ایک صاف گو اور سیدھا سادہ ڈوگرہ سپاہی ہوں۔ وہ دربار
لاہور کا چلتا پُرزہ اور چالاک نیتی دان ہے۔ میری اُس سے مناسبت؟
اگر نہیں تو پھر ملاقات کا ڈھونگ؟ تم جاؤ۔ اُس سے کہہ دو کہ
میاں ڈیڈو کو مرنا قبول ہے لیکن اِس پوزیشن سے ہٹنا منظور
نہیں۔"

گلاب سنگھ کی حکمت عملی

میاں جواہر سنگھ اور اُس کے دونوں ساتھی جب مایوس اور بے دل گلاب سنگھ کے پاس
پہنچے تو ڈیڈو نے جو کچھ کہا تھا، وہ سب گوش گذار کر دیا۔
گلاب سنگھ ڈیڈو کو اپنے حلقہ اثر میں لانے سے جب نا اُمید ہو گیا
تو اُس نے اندرون علاقہ کے راجپوت سرداروں کو بُلایا۔ سب
نشیب و فراز سمجھا کر اُن سے وعدہ لیا۔ کہ وہ سرکشی کی راہ چھوڑ
دیں۔ اِس کے بعد میاں ڈیڈو کی سرزنش کے لئے گلاب سنگھ
نے جو طریقے روا رکھے، وہ اپنی ہی نوعیت کے تھے۔ میاں ڈیڈو
کے متعلق اُس نے سُنا کہ وہ جہاں جاتا ہے لوگ اُسے رسد وغیرہ
لے کر ملتے ہیں اور نذریں دیتے ہیں۔ اور ایک گاؤں سے دوسرے
گاؤں میں جہاں کہیں باغی سردار جاتا، دیہاتی بھیڑ چال کی مانند

اُس کی ضروریات پوری کر دیتے۔ اُس نے سوچا کہ ایک بار ڈیڈو کو ملنا ضروری ہے۔ خواہ اُسے گرفتار کیوں نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ گلاب سنگھ اندرون جموں کے تمام دیہات میں گھومتا۔ اور جہاں جاتا، ڈیڈو کے نام سے راشن طلب کرتا۔ اور جب لوگ راشن لے کر آتے تو اُنہیں کہتا کہ میں ڈیڈو نہیں ہوں۔ گلاب سنگھ میرا نام ہے۔ لوگوں کو جب پتہ لگا۔ کہ ڈیڈو کے نام سے گلاب سنگھ اُن کے علاقہ میں آیا ہوا ہے تو اس خوف سے مبادا ڈیڈو کی امداد کے لئے اُنہیں گرفتار کر لیا جائے۔ اُنہوں نے ڈیڈو کو بھی راشن دینا بند کر دیا۔

گلاب سنگھ اپنی اس چال کے کامیاب ہونے پر دل ہی دل میں خوش ہوا۔ اور اُس نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ جنگجو کو گھیرے میں لے کر ڈیڈو کو اُس کے مکان سے گرفتار کر لیا جائے لیکن یہ خیال رہے کہ اُسے چوٹ یا زخم نہ آئے۔ فوج نے گھیرا ڈال لیا۔ ڈیڈو گھر پر نہ تھا۔ وہ کٹڑہ سے اوپر ویشنو دیوی کے پہاڑوں میں معہ بال بچوں کے چلا گیا تھا۔ گھر پر بوڑھا باپ تھا۔ اور حادثہ یہ ہوا کہ فوج کے کمانڈر سردار مطر سنگھ کلال نے میاں ڈیڈو کے باپ میاں ہزاری لُنے سالہ بوڑھے کو تین چار ٹکڑے کر کے اُس کے دروازے پر لٹکا دیا اور فوج کو حکم دیا کہ وہ کٹڑہ پر چڑھ دوڑے۔ گلاب سنگھ نے میاں ہزاری کی ہلاکت اور

اس طرح کی بے حرمتی پر بہت بُرا منایا۔ لیکن مصلحت وقت سے چُپ رہا۔ کٹڑہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈیڈو وشنو دیوی کی ڈھکی چڑھ گیا۔ فوج نے اُس کا وہاں تعاقب کیا۔ گلاب سنگھ نے کٹڑہ میں قیام کر کے اپنے ڈوگرہ فوجیوں کو تاکید کی کہ ڈیڈو کو جس طرح بھی ہو، زندہ گرفتار کر کے لائیں۔

حاکم ریاسی زورآور سنگھ کو حکم گلاب سنگھ نے وزیر زورآور سنگھ حاکم پرگنہ ریاسی کے نام بذریعہ خاص پیادہ ارشاد بھیجا۔ کہ وہ اپنے فوجی دستہ کے ساتھ ریاسی سے براہ کوٹلی اور جھبارہ دھار وشنو دیوی کی طرف تیزی سے کوچ کرے۔ اور سارے جنگل کو گھیرے میں لے لے۔ تاکہ ڈیڈو اپنی پناہ گاہ سے نکل کر اُس طرف فرار ہونے کی کوشش کرے۔ تو اُسے زندہ گرفتار کر لیا جائے زورآور سنگھ کے نام خاص پیغام یہ بھی تھا۔ کہ وہ ایسی پوزیشن اختیار کرے۔ کہ ڈیڈو کو اپنی گرفتاری دینے کے سوائے کوئی چارہ نہیں رہے۔ وزیر زورآور سنگھ اپنے آقا گلاب سنگھ کے حکم کے تابع ریاسی سے وشنو دیوی کی دھار کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ لیکن یہاں ڈیڈو کو جب معلوم ہوا کہ اُس کے باپ میاں ہزاری کی

۲۔ گلاب نامہ مؤلفہ دیوان کرپا رام

لاش کے چار ٹکڑے کر کے اُس کے گھر کی ڈیوڑھی پر لٹکا دیے
گئے ہیں۔ تو وہ برداشت نہ کر سکا۔

گوریلا جرنیل کی ہلاکت

یہاں ڈیڈو نے پوجاری
وشنو دیوی کو بُلایا۔ اور کہا۔ کہ میرے بیوی بچے تمہارے
حوالے ہیں۔ یہ اب تمہاری حفاظت میں ہی رہیں گے
میں شاید انہیں اب دیکھ نہ سکوں۔ سکھوں اور گلاب سنگھ
کی فوجیں میری گرفتاری کے لیے گھیرا ڈال چکی ہے۔ اور
میں اب ہر طرف سے گھر گیا ہوں۔ اُدھر میرے بوڑھے باپ
کی جو بے حرمتی دشمنوں نے کی۔ اُس کا بدلہ لینے کی بجائے
چھپ کر اندر بیٹھنا مجھے اب گوارا نہیں۔ جان جائے پر جائے
مگر آن نہ جائے کی روایت کو قائم رکھنا ہے۔ اور زندہ
گرفتار ہو کر ذلیل ہونے کی بجائے لڑائی میں دو دو ہاتھ
کرنے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ شیر نر سرفروشی کی خاطر مردانہ وار
وشنو ستھان سے باہر نکل آیا۔ اور وشنو کی پہاڑی کا محاصرہ
کی ہوئی فوج کو للکارا۔ کہ آؤ ہمت ہے تو مجھے گرفتار کر لو۔
فوج کا کمانڈر سردار عطر سنگھ کلال جس نے اُس کے باپ
کے ٹکڑے کیے تھے۔ اور جسے اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ کو
دُو بدو جنگ کا چیلنج دیا۔ سردار عطر سنگھ نے تلوار نکالا

وار کیا۔ ڈیڈو نے ڈھال پر تلوار کا وار تھام کر۔ اُس کے اپنی تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب سردار مارا گیا۔ تو فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ لیکن ایک سکھ فوجی نے بندوق کی گولی داغ کر ڈوگرہ دیس کے اس بہادر گورییلے کو ہمیشہ کی نیند سُلا دیا۔

جب گلاب سنگھ کو ڈیڈو کے مارے جانے کی اطلاع ملی۔ تو اُسے بے حد افسوس ہوا۔ اور کہا۔ کہ ایسے شیر مرد بار بار دھرتی پر جنم نہیں لیتے۔ جب ڈیڈو کا کٹا ہوا سر گلاب سنگھ کے سامنے کٹڑہ میں لایا گیا۔ تو وہ دیکھ نہ سکا۔ اور فرطِ غم سے اُٹھ کر چلا گیا۔ میاں ڈیڈو کا باپ بھائی اور جانباز اِس آزادی کی لڑائی میں مارے گئے لیکن جیتے جی اُنہوں نے بیرونی غلبہ اور حکومت کے سامنے جھکنا منظور نہ کیا۔

میاں ڈیڈو کے پس ماندگاں

میاں ڈیڈو کے دو لڑکے اور بیوی جو پوجاری وشنو دیوی کی پناہ میں تھے۔ گلاب سنگھ نے ان کو اپنے پاس بُلایا۔ اور جگٹی میں معقول

١۔ عمدۃ التواریخ

گزارہ لگا کر اُن کو کہا۔ کہ اپنے گھر میں رہو۔ بڑے لڑکے کا نام بسنت سنگھ تھا۔ جس کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ چھوٹے کا نام گوسادن بعمر $\frac{1}{2}$ ۱ سال تھا۔ میاں ڈیڈو کی بیوہ اور چھوٹا بچہ تو جگٹی میں رہے۔ اور بسنت سنگھ کو اپنے ساتھ گلاب سنگھ نے رکھ لیا۔ جب گوسادن نے ہوش سنبھالا۔ تو اسے بھی اپنی اردل میں لے لیا۔ بسنت سنگھ تو قلعہ اٹک اور جمرود وغیرہ کی مہموں میں گلاب سنگھ کے شانہ بشانہ دادِ شجاعت دیتا رہا۔ اور گوسادن بھی بہادری میں کسی سے کم نہ تھا۔ غرضیکہ گلاب سنگھ کو اِن دونوں جوانوں پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔

باپ کا بدلہ اور وفاداری

ٹھاکر کاہن سنگھ بلاوریہ اپنی تاریخ راجگان جموال میں رقمطراز ہے۔ اور گلاب نامہ کا مؤلف دیوان کرپا رام اس واقعہ کی تائید کرتا ہے کہ ایک دفعہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی اردل میں بسنت سنگھ اور گوساؤں باڈی گارڈ کے طور جا رہے تھے۔ گلاب سنگھ نے اپنے تمام ہتھیار اور تلوار وغیرہ بسنت سنگھ کے حوالے کر دیئے۔ اور خود رفع حاجت کے لئے چلا گیا۔ جب فارغ ہوا تو بسنت سنگھ نے گلاب سنگھ کے سب ہتھیار زیب تن کرا دیئے۔ گلاب سنگھ نے مسکرا کر پوچھا بسنت سنگھ!

تم لوگ بھی عجیب آدمی ہو۔ مجھ پر تمہارے باپ کے قتل کا الزام
ہے۔ تم نے اپنے باپ کا بدلہ کیوں نہ لیا۔ جب کہ میرے تمام
ہتھیار تمہارے پاس تھے اور میں نہتا تھا۔"؟

بسنت سنگھ نے جواب دیا۔ سرکار بے ادبی معاف۔
آپ نے کچھ بھی نہ کیا تھا۔ اور جو کچھ بھی کیا اپنا فرض جان کر۔
لیکن اگر میں اِس غلط فہمی میں اپنے باپ کا بدلہ لینے کی خاطر
آپ کو ختم کر بیٹھتا۔ تو نمک حرام ضرور کہلاتا۔ اگر پہلے نہیں
تو اب میرے باپ کے نام کو ضرور بٹہ لگ جاتا۔ کہ ڈوگرہ کے
گورنر جرنیل کے بیٹے نے اپنے مہربان آقا گلاب سنگھ سے
وشواس گھات کیا۔

ڈیڑھ سو برس ہو گئے ہیں۔ میاں ڈیڈو کو شہید کا
درجہ پائے ہوئے۔ لیکن اُس کی بہادری کے گیت آج بھی
عوام گنگنا رہے ہیں۔ جو وطن کی آزادی کی خاطر غیر کی غلامی
قبول کرنے کی بجائے اپنی زندگی کو قربان کر کے ہمیشہ کے لئے
زندہ جاوید ہو گیا۔ :

ختم شد

چاند پبلشنگ ہاؤس جموں کی مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت (روپے - پیسے)
۱	گلاب سنگھ (تاریخ جموں و کشمیر ۱۷۶۰ء لغایت ۱۸۵۷ء) بزبان اردو	۵ - ۰۰
۲	گلاب سنگھ (ایضاً) بزبان ہندی	۶ - ۵۰
۳	گلاب چرتر (اردو)	۱ - ۰۰
۴	زور آور سنگھ (انیسویں صدی کا عظیم جرنیل)	۳ - ۵۰
۵	پاربتی ــ (سماجی ناول بہ زبان اردو)	۲ - ۵۰
۶	نرملا " " "	۲ - ۵۰
۷	دکھیا دلہن (مختصر افسانوں کا مجموعہ)	۲ - ۰۰
۸	پردیسی پریتم (ریاستی ادیبوں کے افسانے)	۲ - ۵۰

ملنے کا پتہ

مینیجر چاند پبلشنگ ہاؤس گمٹ گیٹ جموں